رجسٹرڈ ایل نمبر ۲۸

إِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِأَنْفُسِهِمْ

إِنَّهُ أَوَى الْقَرْيَة

الحکم

چہ گویم باتو گرائی چہا در قادیان بینی | دوا بینی شفا بینی غرض دار الامان بینی

ایڈیٹر شیخ یعقوب علی تراب احمدی

قیمت پیشگی سالانہ (۱) عوام سے صہ (۲) خواص و معاونین سے عہ (۳) ہندوستان سے باہر نے (۴) غیر مذاہب والوں سے ہے (۵) اپنی جماعت کے غیر مستطیع دس روپیہ کم آمدنی والے لوگوں سے عہ

نمبر (۱۱) | دار الامان قادیان مورخہ ۳۱۔ مارچ سنہ ۱۹۰۵ء مطابق ۲۴۔ محرم سنہ ۱۳۲۳ھ | جلد (۹)

فہرست مضامین

دار الامان کا ہفتہ

۱۔ الحمد للہ کہ اعلیٰ حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صحت ہفتہ زیر اشاعت میں بہت اچھی رہی خاندان رسالت اور اہل دار خدا کے فضل و کرم سے بہت اچھی طرح رہے ہیں۔

حضرت اقدس نصرۃ الحق لکھ رہے ہیں اور صاحبزادہ منظور محمد صاحب اسے چھپوا رہے ہیں ۳ جزو کے قریب چھپ چکی ہے۔

۲۔ بزرگان ملت بھی خدا کے فضل سے اچھے ہیں حضرت حکیم الامۃ کی صحت روبہ ترقی ہے اعلیٰ حضرت کی شفقت اور دلی ہمدردی کا کیسا عجیب نمونہ ہے کہ حضرت اقدس التزاماً ہر روز نور حکیم الامۃ کیلئے دوائی طیار کر کے بھیجتے ہیں حکیم الامۃ کا حسن اعتقاد بھی ہمارے لئے قابل نمونہ ہے فرماتے تھے کہ حضرت اقدس نے ایک پیالی دوائی کیلئے بھیجی اور فرمایا کہ اسی میں دوا پیا کرو۔ میں بہت ہی پسند کرتا اور حریز رکھتا تھا کہ اسی پیالی میں دوا پیا کروں کیونکہ حضرت امام علیہ السلام نے فرمایا تھا۔ مگر افسوس وہ پیالی ٹوٹ گئی

۳۔ ۲۹۔ مارچ سنہ ۱۹۰۵ء کو اعلیٰ حضرت کو جبکہ آپ دعا کر رہے تھے الہام ہوا۔

سلاماً سلاماً

۴۔ بڑی خوشی کی بات ہے کہ بابو محمد افضل صاحب ایڈیٹر البدر کی موت اخبار کے لئے موت کا باعث نہیں ہوئی۔ بلکہ خوش قسمتی سے اخبار کیلئے میرے کرم بھائی مفتی محمد صادق صاحب سابق ہیڈ ماسٹر مدرسہ تعلیم الاسلام کی خدمات بہم پہنچائی گئی ہیں حضرت اقدس علیہ السلام نے بھی اس انتخاب کو پسند فرمایا ہے فی الحقیقت مفتی صاحب ایسا متقی صاحبدل ایڈیٹر البدر کیلئے اگر ملنا ممکن نہ تھا تو محال ضرور تھا میں امید کرتا ہوں کہ سرپرستان البدر پوری ہمت اور سعی اسکے قیام کیلئے دکھائیں گے۔ خدا کرے کہ مفتی صاحب کی خدمات قوم کیلئے مفید اور بابرکت ہوں آمین۔

بہت جلد امید کیجاتی ہے کہ اخبار نئے اہتمام اور نئی شان سے نکلے۔ اسلئے ناظرین گھبرائیں نہیں۔

۵۔ ڈاکٹر برخوردار خان عیسائی کے سوالات کا جواب انشاء اللہ العزیز الحکم کی اگلی اشاعت میں درج ہوگا۔

۶۔ مدرسہ تعلیم الاسلام یکم اپریل سنہ ۱۹۰۵ء سے کھل جائیگا اور شیخ عبد الحق صاحب بی اے مفتی محمد صادق صاحب کی جگہ سکنڈ ماسٹر ہو کر آئیں گے شیخ صاحب کا انتخاب اس عہدہ کے لئے بہت ہی موزوں اور پسندیدگی کی نظر سے دیکھا جائیگا۔

اطلاع

۱۔ یکم اپریل سنہ ۱۹۰۵ء سے وہ چٹھیاں جو آدھ آنہ کے لفافہ میں جاتی تھیں ان کا وزن بجائے ۲ ماشہ کے ۴ ماشہ کیا گیا ہے گویا پہلے کی نسبت ڈیوڑھ ہے وزن کی چٹھی جا سکا کرے گی۔

۲۔ یکم اپریل سے اگر کسی ٹکٹ پر (جو کارڈ یا پیکٹ وغیرہ پر لگایا جاوے گا) کوئی لکیر وغیرہ ڈالی جاوے گی تو وہ ردی ہو کر بیرنگ ہو جاوے گا۔ اسلئے سب صاحب خط و کتابت میں اس امر کی احتیاط کریں۔

سید امیر علیشاہ صاحب ملہم سیالکوٹی کے الہامات

سید صاحب کو جب سے الہامات کا سلسلہ شروع ہوا ہے انہوں نے التزام کر رکھا ہے کہ وہ ما حاضر حضرت حجۃ اللہ کو ملاحظہ کیلئے انکو تحریری پیش کیا کریں

۱۹ مارچ سنہ ۱۹۰۵ء۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کشف میں ہوئی۔ تجلیات الہیہ کا ظہور دیکھا۔ توجہ میں گریہ و دعا کی ربنا انزل علینا مائدۃ من السماء تکون لنا عیداً لاولنا و آخرنا و آیۃ منک وارزقنا و انت خیر الرازقین۔ پیر روگ کا نماز ادا کرکے عرض کرتا ہوں انزل علینا نوراً مبیناً۔ پیر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اب زمانہ کی حالت بہت ہی نازک ہے ہم میں جو تزکیہ نفس کے استغفار کی مداومت کریگا اور قال اللہ و قال الرسول پر دل سے پابند رہیگا وہ اس روحانی منزل کو طے کر سکیگا اتباع رسول اللہ ورنہ عرفی و بدعتی محال است سعدی کہ راہ صفا۔ تواں رفت جز در پے مصطفےٰ لنے میں ایک ست سے کہا۔ گلاں نال ہر اویں دنیا میں رب نہ ریجھے سچے تھے وہ میں ہمانیں بگ کر دو ہو سکے۔

۲۰ مارچ سنہ ۱۹۰۵ء۔ حضرت امام غزالی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ایک باغ میں ملاقات ہوئی۔ انہوں نے کہا کہ ہم مامور من اللہ خلیفۃ اللہ کے ہمراہ بیت اللہ کو چلیں گے جیسا کہ چھوڑ ہاں

خاندان میں پرہیزگاری ہیں۔ خدا ترسی دین سے محبت رکھنے والے اس جماعت میں بکثرت موجود ہیں اور ہر ایک اسلامی قوم کے لوگ اس جماعت میں پائے جاتے ہیں تو پھر اس صورت میں کچھ بھی ضرورت نہیں کہ ایسے لوگوں سے ہماری جماعت کے تعلق پیدا کرے جو ہمیں کافر کہتے اور ہمارا نام دجال رکھتے یا خود تو نہیں مگر ایسے لوگوں کے ثنا خواں اور تابع ہیں۔

یاد رہے کہ جو شخص ایسے لوگوں کو چھوڑ نہیں سکتا وہ ہماری جماعت میں داخل ہونے کے لائق نہیں جب تک پاکی اور سچائی کے لیے ایک بھائی بھائی کو نہیں چھوڑے گا اور ایک باپ بیٹے سے علیحدہ نہیں ہوگا تب تک وہ ہم میں سے نہیں الآخرہ"

یہ حضرت حجۃ اللہ کا ارشاد ہے جو کہ اشتہار میں شائع ہوا تھا۔ قوم کو قوم بنانے کے لیے یہ ضروری اور کارگر نسخہ ہے مگر میں دیکھتا ہوں کہ ابھی تک ہم لوگ ان امور کی رعایت اور نگہداشت میں بہت کمزوری ظاہر کر بیٹھتے ہیں۔ اکابران امت مثل حضرت مولانا مولوی نور الدین صاحب و حضرت مولانا مولوی عبد الکریم صاحب ایسے امور میں ایک بہترین امین اور مشیر کا کام دینے کو خدا کے فضل سے موجود ہیں۔ لیکن ابھی تک پرانی رسوم میں ہم جکڑے ہوئے ہیں۔ اصل معیار تقویٰ و طہارت کو چھوڑ کر قوم اور ہڈی کی تلاش ہمارے سامنے رہتی ہے۔ اور دولتمند اور مفلس کا سوال ہمارے پیش نظر۔

الحکم میں پچھلے دنوں شیخ غلام احمد صاحب نومسلم اور میاں رحمت اللہ صاحب جبری نومسلم جھنگ کے متعلق شادی کی درخواست کے متعلق جو نوٹ شائع کیے تھے لیکن مجھے تعجب ہوا کہ اس پر توجہ نہیں ہوئی بھلا کیا شیخ صاحب ایک شریف کھتری خاندان کی یادگار ہیں اور محض خدا کیلیے اپنی تمام برادری سے الگ ہوئے ہیں اور پھر محض خدا تعالیٰ کی رضا کے لیے حضرت اقدس کی صحبت میں رہنے کے لیے یہاں دارالامان میں رہتے اور اپنی قوت بازو سے اپنی ضروریات کے لیے سامان بہم پہنچاتے ہیں مگر محض اس خیال سے کہ وہ غیر قومیت رکھتے ہیں شاید کسی بھائی کو توجہ نہیں ہوئی۔ اور ایسا ہی میاں رحمت اللہ صاحب جن سے میں ذاتی طور سے واقف ہوں ایک شریف زمیندار خاندان سے ہیں اور معقول آمدنی رکھتے ہیں لیکن جبری کا لفظ شاید ہے کہ کسی بھائی کو تعلق پیدا کرنے سے مانع ہوا۔ حالانکہ میرا قیاس غلط اور محض غلط ہو۔

لیکن اگر یہ راست ہو تو بہت افسوسناک امر ہے۔ قوم منہ اور ہیں قوم میں پیش ہوں گی اور قوم ہی کو ان کا انتظام کرنا پڑے گا۔ میری رائے میں مولانا مولوی نور الدین صاحب اور مولانا مولوی عبد الکریم صاحب افراد قوم کو ایسے مشوروں کے لیے بہترین مشیر ہو سکتے ہیں اگر قوم فائدہ اٹھانا چاہے۔

اس تحریک کی تمہید ایک اچھے بھائی کی درخواست پیش کرنے کی ضرورت پڑی۔ جنھوں نے اس ضرورت کے لیے مجھے خط لکھا ہے اور اخبار کے ذریعہ فائدہ اٹھانا چاہتے ہیں ان کی درخواست بہت مناسب و موزوں ہے اس لیے میں اپنے الفاظ میں اسے درج کر دیتا ہوں اور امید کرتا ہوں کہ کوئی سعید بھائی جس کو خدا تعالیٰ نے ایسا تعلق پیدا کرنے کے لیے موقع دیا ہو اس موقع کو ہاتھ سے نہ دیگا۔ خصوصاً ضلع ہوشیارپور اور جالندھر میں ہمارے احمدی راجپوت بھائی اچھا موقع رکھتے ہیں۔ ڈاکٹر ممتاز علی خان صاحب اسپیشل اسسٹنٹ میاں میر جو پہلے سومالی لینڈ کی مہم سے واپس آئے ہیں اور جن کے ... میں مستقل کیے جانے کی سفارشیں ان کے افسران اعلیٰ نے کی ہیں ایک شریف راجپوت بھٹی خاندان کے جو کوٹ بھٹیاں ضلع گورداسپور کے باشندہ ہیں ان کی عمر اس وقت ۲۸ سال کی ہے اور ۱۵۰ ماہوار تنخواہ پاتے ہیں اپنے والدین کے گھر اکلوتے لڑکے ہیں اور ایک چار گھماؤں اراضی کے واحد وارث ہیں۔ یہ ظاہر ہے کہ ایک لائق۔ شریف خاندانی اور پھر خدا کے فضل سے معقول حیثیت لڑکا ملنا آسان نہیں ہوتا۔ پہلے سے رشتہ داروں میں بھی تقریب کے لیے اکثر لوگ فخر کے ساتھ خواہشمند ہیں مگر وہ صرف اپنی جماعت میں ایسا تعلق کرنا چاہتے ہیں۔

ڈاکٹر صاحب کی پہلی بیوی بھی ہے مگر وہ عارضہ سل میں مبتلا ہے اور اس کی حالت نازک ہے۔ اس بنا پر وہ چاہتے ہیں کہ اپنی جماعت میں ایسا تعلق پیدا کریں۔ ڈاکٹر صاحب چاہتے ہیں کہ لڑکی مغل راجپوت یا پٹھان قوم سے ہو۔ عمر ۱۵-۱۶ یا ۱۶ سال سے کم نہ ہو ما طاب لکم کے ماتحت حسن خلق و خلق رکھتی ہو۔ صحیح البدن ہو۔ خاندانی کوئی مستقل مرض نہ ہو۔ خندہ پیشانی ملنسار ہو۔ اس کے تین چار بھائی ہوں۔ مستورات کی ضروریات اور فرائض خانہ داری سینا پرونا وغیرہ سے واقف ہو۔

ضروری تعلیم سے واقف ہو۔ قرآن مجید کا ترجمہ اور دوسری مذہبی کتب اردو زبان میں پڑھ سکتی ہو تو بہت ہی بہتر ہے۔

جو صاحب ڈاکٹر صاحب سے اس معاملہ کے متعلق خط و کتابت کرنا چاہیں وہ ڈاکٹر ممتاز علیخان صاحب اسپیشل اسسٹنٹ میاں میر کے پتہ سے خط و کتابت کر سکتے ہیں۔

تربیت اولاد پر حکیم الامۃ

۳۱ مارچ ۱۹۰۵ء کو قریب شام مجھے حضرت حکیم الامۃ کے حضور شرف ملازمت حاصل تھا باتوں ہی باتوں میں یہ بات پر ذکر آگیا کہ آپ عبد الحی کو بہت آزاد کیے رکھتے ہیں اور اسکو کبھی تنبیہ نہیں کرتے۔

فرمایا۔ میں اسکو مناسب تنبیہ تو کرتا ہوں اور ایسے تیز پڑے ذرا بھی ناگوار نہیں ہوتا اور وہ اصلاح کر لیتا ہے لیکن بچوں کو مارنا پیٹنا یہ میں بالکل نامناسب سمجھتا ہوں منجملہ ذیل وجوہ ہیں جو میں اسکو کھلا چھوڑ دیتا ہوں

(۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اکرموا اولادکم یعنی اپنی اولاد کی تکریم کرو اس لیے اس حدیث پر عمل کرنا ضروری ہے۔

(۲) صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی سیرۃ میں دیکھتا ہوں کہ انھوں نے بچوں کو زدوکوب سے پرورش نہیں کیا

(۳) پھر میں جہانتک بھی پاتا ہوں کہ عہد رسالت میں بچوں کو ہرگز نہیں مارا جاتا تھا۔

(۴) جبکہ شریعت اللہ تعالیٰ نے انکو ابھی مکلف نہیں کیا تو ہم کون ہیں جو مکلف کر سکیں۔

(۵) عبد الحی اللہ تعالیٰ کی ایک آیۃ ہے حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ایک پیشگوئی کے موافق پیدا ہوا ہے۔ آیۃ اللہ کی بے حرمتی اچھی نہیں۔

(۶) خود حضرت اقدس علیہ السلام کو میں دیکھتا ہوں کہ وہ بچوں کو زجر و توبیخ نہیں کرتے۔ میں نے خود سنا ہے کہ جب کبھی ام المؤمنین نے کسی بچہ کی کوئی شکایت کی ہے تو فرمایا ہے "کہ میں دیکھتا ہوں کہ اسکی فطرۃ اس نے کیا پائی ہے میں دعا کروں گا"

(۷) اولاد کے لیے دعائیں کرنی چاہئیں کہ وہ نیک ہو تا کہ ہمارے لیے دعائیں کرنیوالی ہو لیکن اگر شروع ہی سے ہم ان کے دلوں میں اپنے لیے بغض پیدا کر لیں گے تو وہ دعائیں کرنیوالی ہونگی یا بد دعا کرنے والی۔

(۸) میری اور میرے بھائی بہنوں کی تربیت کبھی اس رنگ سے نہیں ہوئی میرے والدین ہم سب پر اور بھی زیادہ ہی بڑی عنایت اور شفقت کیا کرتے تھے ہماری تعلیم کے لیے وہ کبھی بڑے سے بڑے خرچ کیلیے بھی آزردہ خاطر نہ ہوتے تھے بلکہ بڑی خوشی سے ادا کرتے تھے میں نے کبھی والد یا والدہ ماجدہ سے کوئی گالی بچوں کو نہیں سنی بلکہ والدہ صاحبہ جنسے ہزاروں لڑکیوں اور لڑکوں نے قرآن شریف پڑھا ہے وہ اگر کسیکو گالی دیتی تھیں تو وہ یہ گالی دیتی تھیں "محروم نہ جاویں"

(۹) جب ہم خود باوجودیکہ اسقدر عمر ہو گئی ہے اور بہت کچھ پڑھا اور پڑھایا ہے ابھی غلطی کر بیٹھتے ہیں تو جنکو کچھ بھی واقفیت اور علم نہیں اگر غلطی کر بیٹھیں تو اسپر اسقدر غیظ و غضب کیوں ہو۔

(۱۰) غلطیوں اور فروگذاشتوں پر دعا کرنی چاہیے حضرت اقدس علیہ السلام گھر میں ایک دفعہ فرماتے تھے کہ لوگ جو کسی پر ناراض ہوتے ہیں مجھے حیرت ہے کہ جب ناراض ہوتے ہیں کیا انھوں نے اسکے واسطے چالیس دن رو کر دعا بھی کی ہے اگر چالیس دن رو کر دعا کرے اور پھر بھی اسکی اصلاح نہ ہو۔ تو البتہ اسے ناراض ہونے کا موقعہ ہے۔

استفتا اور اُن کے جواب

(از حکیم الامۃ)

(۱) قبرستان کے لیے جو زمین وقف کی جاوے اسمیں اگر کوئی شخص مسجد بناوے اور پھر اس مسجد کو پختہ کرنے کیلیے محراب و منبر وغیرہ توڑ کر مال زکوٰۃ سے بنا سکتا ہے یا نہیں

الجواب مسجد کو پیچھے کیجانب یعنی قبلہ رخ بڑھانے کی ممانعت شرع اسلام سے ثابت نہیں بلکہ مسجد مکہ اور مسجد نبوی کی بھی ہر طرف سے بڑھائی گئی ہے۔ منبر محراب توڑنے کی ممانعت بھی کہیں ثابت نہیں قبرستان کو مسجد بنانا یا وقف کے خلاف ورزی کرنا تو ممنوع ہے مگر اسمیں بھی غور طلب یہ امر ہے کہ مسجد نبوی بھی جس مقام پر بنائی گئی ہے وہ بھی قبرستان تھا۔

مصرف زکوٰۃ میں مسجد کا بنانا ہرگز نہیں ہو سکتا لا تصرف الزکوٰۃ الی بناء المسجد و قنطرۃ و اصلاح طرق و نحوہا (عینی شرح کنز)

قرآن کریم۔ احادیث صحیحہ اور آثار سے بھی ثابت نہیں ہوتا کہ زکوٰۃ سے مسجدیں بنائی گئی ہوں۔

(۲) سورہ بنی اسرائیل کے شروع میں جو بنی اسرائیل پر دو وعدے کے وقت آئے وہ کب آئے تھے اور مسلمانوں پر کب؟

الجواب قرآن کریم سے معلوم ہوتا ہے کہ بیشک بنی اسرائیل کی طرح مسلمانوں پر بھی یہ دو خطرناک وقت آنے تھے بنی اسرائیل پر پہلی آفت حضرت داؤد و سلیمان کے عہد سلطنت کے بعد میں پڑی جبکہ بابل کے بادشاہ اور مشرق کے لوگ انکو قید کر کے لے گئے مسلمانوں پر یہ تباہی کا وقت عباسیوں کی سلطنت پر آیا جبکہ ہلاکو اور اسکی قوم نے انکی سلطنت کو بیخ سے کاٹ ڈالا۔ یہ تو وعد اولٰہما کی تفسیر ہوئی دوسری دفعہ بنی اسرائیل پر مسیح کے بعد بڑی تباہی آئی جو مسیح کی مخالفت کا نتیجہ تھا اور اسکی مخالفت ہی اسکا باعث ہوئی۔

مسلمانوں کیلیے بھی یہ دو وقت مقدر تھے جن میں ایک وقت ان پر عباسیوں کے عہد میں آ چکا ہے اب دوسرا وقت جو مسیح موعود کی مخالفت کا نتیجہ ہوگا وہ بھی یہودی مخالفت پر موقوف تھا جبکہ زمانہ مسیح موعود کیطرح اسکے بعد بھی مخالفت کا نمونہ دکھایا یہ دو زمانے جو مسلمانوں پر آنے تھے ایک زمانہ ہم پہلے دیکھ چکے ہیں اور دوسرا اب ہے پھر جسطرح بنی اسرائیل پر مختلف تباہیاں آئی ہیں ایسے ہی مسلمانوں کی مختلف تباہیاں ان الفاظ میں بتائی گئی ہیں خسف بالمشرق خسف بالمغرب و خسف فی

مذہبی دنیا پر سرسری نظر

ستیارتھ پرکاش کی اغلاط

سکرٹری سناتن دہرم سبھا

لاہور نے آریہ سماج کو چیلنج دیا کہ ستیارتھ پرکاش میں ۸۰۰ فیصدی غلطیان ہین اگر ہمین آپ کو شک ہو تو شاستر ارتھ کر لو۔ اسناتن دہرم سبھا لاہور آریہ سماج پر احسان کرے گی اگر ان غلطیون کو شائع کر دے۔

سوامی دیانند ناستک مشہور تھے

آریون کے مہاتما

سرغنہ بابو منشی رام صاحب ۲۰ پھاگن کے پرچارک مین اپنی زندگی کے نشیب و فراز لکھتے ہوئے رقمطراز ہین کہ "کاشی مین انہین دنون مشہور ہوا کہ ایک بڑا ناستک آیا ہے جو دن کو شعل اپنے دونون طرف جلائے رکھتا ہے اوسکے جادو کے پیچ کر جو پنڈت روبرو جاتا ہے دب جاتا ہے۔ مجھے یاد ہے کہ ماتاجی ہمین ان دنون نہین جانے دیتی تہین۔ مبادا ہم دونون بھائی اس جادوگر کے پیچ مین نہ پھنس جاوین۔ گو جیون چرتر مین اوسوقت سوامی دیانند کا کاشی مین جانا درج نہین۔ لیکن پتاجی سے معلوم ہوا تہا کہ وہ شہرت سوامی دیانند کی تہی" بابو منشی رام جی ملاحظہ تو فرمائیے کہ جن سوامی دیانند کو آپ اپنا گرو خیال کرتے ہین ان کو آپکے پتا اور ماتا اور اہل کاشی ناستک اور جادوگر خیال کرتے تہے۔ اس موقع پر تو وہی مثل صادق آتی ہے۔ باپ نے ماری مینڈکی اور بیٹا تیرانداز۔ (سناتن دہرم گزٹ)

مدراس کے عیسائی

لالہ لاجپت رائے صاحب پلیڈر نے

اپنے سفر جنوبی ہندوستان پر لیکچر دیتے ہوئے مدراس کے عیسائیون کا مندرجہ ذیل حال بیان کیا ہے۔

باوجود اس کے کہ مین جغرافیہ سے ناواقف نہ تہا تاہم بعض بعض مقامات کی نسبت مجھے بالکل علم نہین تہا کہ وہ ساحل ملابار پر واقع ہین یا ساحل کارومنڈل پر۔ مدراس کا علاقہ بمبئی سے اودھر ۳۰۰ میل سے شروع ہوتا ہے۔ جہاز کا سفر نسبتاً ریل سے سستا ہوتا ہے۔ ریل چکر کہا کر جاتی ہے۔ مدراس مین مین نے جو پہلا شہر دیکھا وہ منگلور تہا یہان عیسائیون کی آبادی بہت ہے۔ گرجا گھر بیشمار ہین کرسچین کالج کا چرچ بہت بڑا ہے اسکے تمام در و دیوارون پر انجیل کے قصّے اور کہانیون کے متعلق تصاویر نقش ہین اور ان واقعات و تلمیحات کے اظہار کے لئے کہین کہین انجیل کی آئتین بھی نیچے لکھدی گئی ہین۔ ان کے خوبصورت ہونے مین کوئی شک نہین ہے۔ دکھن مین تثلیث کے عقاید کا رواج بہت ہے۔ پروٹسٹنٹ چرچ کے پیرو صرف خال خال نظر آئین گے۔ رومن کیتھولک چرچ کے مسیحیون کا طرز پرستش ہندؤن سے بہت مشابہ ہے دن کے وقت گرجاؤن مین بتیان جلائی جاتی ہین۔ اور پورانک ہندؤن کی طرح عیسائی بہی مورتون کے سامنے سر جہکاتے اور ڈنڈوت کرتے ہین۔ عیسیٰ کی مورت کے سامنے دو زانو ہو کر اور مسیحی طریق کے سنتون کے سامنے ایک زانو ہو کر سر جہکاتے ہین یا کہڑے ہو کر ہاتھ جوڑتے ہین۔ چرچ مین بہت جگہ پوتر جل دیوار وغیرہ پر رکہا رہتا ہے۔ ۹ اوسکے چہینٹے اپنے سرون پر ڈالتے ہین۔ ہندوؤن کی طرح چرچ مین جوتا نہین لے جاتے۔ بعض مورتون کے نیچے لکہا ہوا ہے کہ اگر یہان سجدہ کیا جائے یا اس کے سامنے بیٹھکر پوجا کی جائے تو سو برس کی نجات ملیگی۔ وعلیٰ ہذا القیاس۔ دیسی عیسائیون کو ہندون سے تمیز کرنا بہت مشکل ہے اون کی طرز معاشرت ایک سی ہے ہندون کی طرح یگیوپویت پہنتے ہین۔ ذات پات کا خیال ویسا ہی دامنگیر ہے۔ عام پوشش دہوتی اور کوٹ ہے۔ ان مین بھی جوتا پہننے کا رواج نہین ہے۔ بعض بعض دوسرون کے ہاتھ کا چہوا ہوا کہانا بہی نہین کہاتے۔ گاؤ اور سور کا گوشت تو قطعی حرام سمجہ لیا گیا ہے لیکن بہت آدمی ایسے نکلین گے جو بالکل گوشت کے استعمال سے پرہیز کرتے ہین۔ تیوہارون کے دن تو بالخصوص اس سے ذرا بہی سروکار نہین رکہتے۔ ایسی حالت مین ہندو و عیسائیون مین فرق اجنبی کے لئے ذرا دقت کا مضمون بن جاتا ہے۔ مذہبی فرق صرف اسقدر ہے کہ ہندو رام کرشن وغیرہ کی مورتین پوجتے ہین یہ عیسیٰ مریم اور سنتون کی مورتون کی پرستش کرتے ہین نئے تہذیب کے علامات بہت کم نظر آتے ہین۔ رسم و رواج بالکل ہندون کی طرح ہین۔ جس طرح ہندؤن کے ہان مرنے کے وقت کی خیرات مہا برہمن لیتے ہین ویسے ہی پادریون کے ساتھ سلوک کیا جاتا ہے۔ برہمنون کے ٹیکس کیطرح پادری بہی ان سے مذہبی معاوضہ وصول کیا کرتے ہین ہندو تقاریب کیطرح اوقات مقررہ پر مذہبی رسم ادا کئے جاتے ہین۔ مجھے یہ کیفیت دیکھکر سخت تعجب ہوا مینے ایک عیسائی سے پوچھا۔ کیا تم آواگون مانتے ہو؟ اوس نے جواب کیون نہین؟ سوائے مورتیون کے تبدیل کر لینے کے اور وہان کوئی فرق نہین ہے۔ اگر آریہ سماج کے چند حامی وہان جاکر کام کرنا چاہین تو انکو بہ آسانی جلد واپس لا سکتے ہین۔ جو سوشیل دقتین یہان ہین وہ وہان نہین ہین۔ یہان کے عیسائی تو یہہ معلوم ہوتا ہے ہندون سے بالکل تعلق نہین رکہتے۔ مگر مدراسی کرسچین کی کیفیت جداگانہ ہے۔ رسومات وغیرہ سب بدستور ہین سوشیل رواج مین مطلق فرق نہین آیا ہے صرف اتنا کام ہے کہ بائبل کی جگہ وید اون کے ہاتہ مین دیدیا جائے اور عیسیٰ کی جگہ پرماتما کا اشٹ سکہایا جائے۔ اون کا عام لباس جیسا پہلے عرض کیا ہے دہوتی۔ چہوٹا قمیض بنیان اور گلے مین دوپٹہ ہے۔ بعض بعض مہری کے سوا بدن پر کوئی کپڑا نہین رکہتے حتیٰ کہ طالب علم بھی اکثر ایسے ہی رہتے ہین۔ ایک موقعہ پر ایک میٹنگ منعقد تھی۔ اوس مین پانچسو آدمی شریک تھے سب کے سر اور پاؤن ننگے تہے مینے چند معزز آدمیون کی شکل مین دیکھکر سمجہا برہمن ہونگے مگر بعد مین گرجا گہر مین شریک ہوتے ہوئے دیکہکر معلوم ہوا وہ عیسائی تہے۔ مشرقی ممالک مین جو مسیحی پادری ہندو کے بہکانے کیلئے آئے تہے اونکو جیسوٹ JESUITS کہتے ہین سینٹ زیویر ST: XAVIER ان سب کا پیشرو تہا۔ ان لوگون نے عجیب طور پر کام کیا یا موقع دیکھے کہ کسی قسم کی مذہبی تردید کرتے بائبل کو سنسکرت مین ترجمہ کرکے پانچوین وید کے نام سے ان کے ہاتھ مین دیا۔ اور سنسکرت کے مدارس قایم کر دئے عیسائی تو ضرور بنالیا مگر یگیوپویت وغیرہ قومی رواج کو صدمہ نہین پہونچایا۔

ایک سجادہ نشین کی پیشگوئی

(۲۵ - مارچ ۱۹۰۵ء)

عصر کی نماز کے پیشتر حضرۃ حجۃ اللہ علیہ الصلوۃ والسلام کے حضور صاحبزادہ سراج الحق صاحب نعمانی نے اپنے بڑے بہائی شاہ خلیل الرحمن صاحب سجادہ نشین سرسادہ کا خط سنایا جسمین انہون نے حضرت حجۃ اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نسبت بطور پیشگوئی لکھا تہا کہ وہ جلد فوت ہو جاوینگے اور انکا سلسلہ تباہ ہو جاویگا۔ اور یہ بھی لکھا تہا کہ مین کشف قبور کر سکتا ہون اور کرا سکتا ہون اگر مرزا صاحب سچے ہین تو وہ بھی مجھے کشف قبور کرکے دکھائین وغیرہ ملخصاً۔

حضرت اقدس نے سرسری طور پر اس کا ذکر سن لیا پھر نماز عصر ادا فرمائی۔ بعد نماز عصر کوئی ایسی تحریک پیدا ہوئی کہ آپنے صاحبزادہ سراج الحق صاحب کو مسجد ہی مین بلایا اور فرمایا کہ جسکا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

آپ انکو اپنی طرف سے ایک خط لکہدو کہ یہ پیشگوئی جو آپنے کی ہے جس میری تو ہمیشہ سے مراد بر آتی مین یہی چاہتا تہا کیونکہ اس سے سچائی کا فیصلہ ہو جاتا ہے لیکن مہربانی کرکے اتنی تصریح کر دو کہ کیا وہ (مرزا صاحب) آپ کے پہلے فوت ہونگے یا پیچھے تاکہ پھر اس پیشگوئی کو آپکی کرامت قرار دیکر شائع کر دیا جاوے جب یہ پیشگوئی پوری ہوگی ہوقت دنیا دیکھ لیگی

پس آپ اب ہرگز دیر نہ کرین بہت جلد اس امر کو لکھ بھیجین اور کشف قبور کا معاملہ تو بالکل بیہودہ امر ہے جو شخص زندہ خدا سے کلام کرتا ہے اور اسکی تازہ بتازہ وحی اسپر آتی ہو اور اسکے ہزارون نہین لاکھون ثبوت بہی موجود ہین۔ اسکو کیا ضرورت پڑی ہے کہ وہ مردون سے کلام کرے اور مردون کی تلاش کرے۔ اور اس امر کا ثبوت ہی کیا ہے کہ فلان مردہ سے کلام کیا ہے یہان تو لاکہون ثبوت موجود ہین یہ ایک کا اٹہ اور ایک ایک آدمی اور ایک ایک جو بہ آتا ہے وہ خدا کا ایک زبردست نشان ہے کیونکہ ایک عرصہ دراز پیشتر خدا تعالیٰ نے فرمایا تہا کہ یاتون من کل فج عمیق و یاتیک من کل فج عمیق اور ایسے وقت فرمایا تہا کہ کوئی شخص بہی مجھے جانتا نہ تھا اب یہ پیشگوئی کیسے زور شور سے پوری ہوری ہے کیا اسکی کوئی نظیر بھی ہے؟ غرض ہمین کیا ضرورت پڑی ہے کہ ہم زندہ خدا کو چہوڑ کر مردون کو تلاش کرین؟

ایڈیٹر الحکم - فی الحقیقت اگر شاہ **خلیل الرحمن صاحب** اپنی اس پیشگوئی مین سچے ہین اور خدا تعالے سے انہون نے خبر اور علم پاکر ایسا لکہا ہے تو انہین مردانہ وار اس میدان مین قدم رکہنا چاہئے اور خدا تعالےٰ کی قسم کہا کر اس پیشگوئی کو شائع کرنا چاہئے ایسا کرنے سے وہ تمام سجادہ نشینون کی جو اس سلسلہ کے مخالف ہین عزت رکھ لینگے۔ کیونکہ آجتک کسی بہی صوفی اور گدی نشین کو یہ جرأت نہین ہوا ہے کہ وہ اس قسم کی پیشگوئی کرتا اور خدا تعالیٰ کے ساتھ اپنے زندہ **تعلقات** اور اپنی قبولیت دعا کا ثبوت دیتا۔ پیشگوئی کرنا تو بہت بڑی بات ہے ہمنے تو بجز غلام دستگیر قصوری کوئی ایسا بہی مرد میدان نہین پایا جو خدا تعالےٰ کی قسم کہا کر لکہتا اور ایسی دعا شائع کر دیتا کہ مین خدا تعالےٰ کی قسم کہا کر کہتا ہون کہ مرزا غلام احمد صاحب اپنے دعاوی مین کذاب ہے اور مفتری علے اللہ ہے اور مین دعا کرتا ہون کہ اے اللہ اگر مین اپنے دعوی مین کذاب اور مفتری ہون اور مرزا غلام احمد صاحب سچے ہین تو تو کاذب کو صادق کے سامنے صورت دیکر فیصلہ کر دے۔

تحقیقاتِ مسئلہ عزاداری حسین

گذشتہ اشاعت سے آگے

مبحث دیگر - امام زین العابدین علیہ السلام که وارث امام حسین و وارث تمام شہدا و مقتولین بود گاہے انجمن تعزیہ داری که فی الحال در مومنین ہند و شام و عراق و حجاز و ایران و عرب جاریست - بار نہادہ است یا گرفته است (بقول مولوی صاحب) از بعض مومنین صحبت در رام [illegible] مثلاً ماتم کدہ مخصوص بنا نہادہ بود سال بسال آنرا سیاہ پوش میکرد و قندیل ہا آویزاں میکرد - فانوس و شمع ہائے کافوری مے افروخت [illegible] ہائے ماتم سیافت میکرد و منبر ہا مے آویخت منبر سیاہ پوش مے نہاد و گلہائے بران منبر مے نہاد علم از چوب خشک ساختہ بود یا ہمان علم عباس را که با خود داشت می کشید یا عمامہ و لباس ہائے حسین را که پارہ پارہ شدہ بود مے کشید - مال و اسباب اہلبیت که بتاراج رفتہ بود و باز باینان رد کردہ بودند می کشید و بمردم نشان مے داد شالہائے سیاہ و سرخ و سبز بر علم مے بست یک تاریخ ہم بر نشان [illegible] مے نہاد - و دلدل میکشید اورا با عرق ہائے سرخ و سبز مزین مے کرد بر قاش این دستار بعمامہ نہادہ و شمشیر باو حمائل میکرد - لشب دہم علم میکشید و آن شب را [illegible] نام نہادہ بود - تمام شب علم را گردش مے داد و اصحاب و مومنین موجود زیر سایہ علم سینہ زنی میکردند و برقد ہائے دلدل و علم گوسفند ہائے ذبح میکرد - زنان و مردان جمع شدہ شالہائے علم و منبر سیاہ را بوسہ مے دادند آخر در آن وقت آن شالہائے و علمہا و لباس ہائے اصلے موجود بودند سزاوار تر بودند که از آنہا تبرک و تیمن جستہ شود بوسہ ہائے دادہ شود آنہا را دیدہ و گریہ کردہ شود - دست ہائے حسین و شہدا بآن لباس ہائے [illegible] رسیدہ بود خون اصلے و تیر ہائے و سوراخ ہائے و جراحات شمشیر بآن لباس ہائے [illegible] منقش و [illegible] بود - بایست که مردمان از علم ہائے و منبر ہا حاجات خود طلب کردند و نقل ہائے خود را زیر علم و منبر سجدہ مے انداختند - القصہ باینکہ بثبوت رسد که دران حین ہم زنان مومنہ از برائے مراد ہائے خود بیضہ ہائے [illegible] از ماتم سرا ہائے مے بردند مثلاً اینکہ امام حسین اگر مرا فرزند نرینہ عطا کنند بجائے این بیضہ [illegible] بیضہ زر [illegible] و فضہ بسبیل نذر سازم برائے امام زین العابدین یا پسرش در سال آیندہ درین ماتم کدہ خواہم آورد - یا زنان و مردان یک بار ایستادہ پیش منبر و علم و شمع ہائے کافوری در دست روشن میکردند - خود امام که ماتم دار بود و در مردان و حضرات مخدرہ در زنان مے نشستند روپیہ و پول بطور نذر از مردان و زنان اخذ میکردند پیش منبر و علم ہمہ ایشان را در سجدہ می انداختند گویا شہادت پدر و برادر خود را وجہ مناسب و ذرائع حصول منفعت خود ساختہ بودند تعزیہ ہائے از چوب و کاغذ و دیگر چیز ہائے می ساختند ہزار ہا روپیہ در تجہیز [illegible] میکردند یکجائے را کربلا و نجف نام نہادہ ہمہ تعزیہ ہا را در آنجا مدفون میکردند گویا ہر سال کربلائے اصلے می رفتند و این ہمہ عمل ہائے و کار ہائے که ذکر کردیم در آنجا میکردند - اشخاص چند را بنام سکینہ و یزید و شمر و حرملہ و حسین نام زدہ کردند - اگر گویند ظالمان گذشتند ما گوئیم ظالمه و معزالطمین سلطنت داشتند و [illegible] ہم از برائے چندی خلافت داشتند یا نیز این عمل ہائے در زمانہ آئمہ اہلبیت علیہم السلام تعلیم نیافتہ و روند باید که نشان دادہ شود باین عمل ہائے امام زمان فتویٰ دادہ است - باز باید که ثابت شود که در زمان امام زین العابدین در ماتم سرا ہائے مرد و زن جمع شدہ قید ستر و پردہ را بالائے طاق مے گذاشتند - ہدایت نص [illegible] ارشاد خداوندیست از میان مرتفع می شد یا نہ [illegible] صدا ہائے زن [illegible] در این ایام عشرہ محرم [illegible] مے آمد گویا [illegible] نا روا در عشرہ محرم بعمل آوردہ میشد - حرمت ماہ محرم را ملاحظہ میکردند [illegible] فی الحال در مومنین مخلصین جاریست پس عجب است که کدام صاحب ملت حقہ این بدعات را روا داشتہ باشد و اینہا را مقدمہ سنت یا مقدمہ سنت موکدہ قرار دہد - العیاذ باللہ من ہذا الاعتقاد - نعوذ باللہ من شرور انفسنا و من سیئات اعمالنا - از علمائے تشیع سوال داریم که آیا این تمام امورات از امام زین العابدین علیہ السلام سرزدہ اند یا امام معصوم تعلیل آوردہ اند که آنحضرت امام معصوم که قتل پدر خویش و شہید شدن دیگر اعزہ و اقارب بروئت العین دیدہ بود و خود ہم مصائب بسیار کشیدہ بود - سزاوار تر بود که این مستحبات را [illegible] که مولانا صاحب این اصول قائم کردہ اند که مقدمہ واجب واجب و مقدمہ سنت سنت است - (یعنے گریہ کردن) لازم بود که امام معصوم این ہمہ مستحبات را بعمل آوردہ باشد تا سنت بودن افعال معلوم و استمرار آن ثابت شود - در زمانہ زین العابدین و امام محمد باقر چوب ہم موجود بود - لباس ہم موجود بود باز چرا شبیہ علم و دلدل و منبر نساختند بلکہ معلوم است که دلدل اصلے حسین و شالہائے و لباس ہائے و عمامہ ہمہ موجود بود باز چرا امام معصوم از برائے شبیہ و نشان آنہا را نکشیدند آخر ہر کسے دیدہ نیز از برائے تعزیہ پیش امام مے آمد باز چرا امام لباس ہائے از برائے تبرک و تیمن یا شبیہ با ایشان نشان نداد و در ماتم سرا ہائے مردم کشیدہ دیدہ شد که بوقت [illegible] گفتن دستار [illegible] دارند و نشان مے دہند که مثلاً اینطور حسین را بر نیزہ سوار کردند گویا بمصداق قولی را از حرکت و عمل فعلے مؤثر و واضح تر مے گفتند پس پیش امام ہم کسے آمدہ پرسیدہ باشد که یا امام حسین را چسان بر نیزہ کردند و امام معصوم دستار خود را بدست گرفتہ ہمین فعلے کردہ باشد -

علی ہذا دلدل حسین و علم عباس را از برائے نشان کشیدہ باشد - اگر گوئید آنوقت ضرورت داعی نبود - ما گوئیم این وقت ہم از برائے محبین حسین حاجت باین نقل ہائے فرضے نیست مگر از برائے کسے که به روغ محبت دارد و البتہ وضع و شبیہ را این مردم جاہل خوش دارند اگر گفتہ شود و این ہمہ شبیہ ہائے سامان و ذرائع گریہ است - ما گوئیم پیش امام ہم مردم جمع مے شدند از برائے گریہ چہ سامان کردہ بود ہمان سامان بعمل آریدہ -

اگر امام معصوم از برائے گریہ ہیچ سامان نکرد شما ہم گذارید و تاسے بفعل امام کنید -

سوال دیگر - امام زین العابدین علیہ السلام صابر و شاکر بود یا نہ و گریہ وفات از برائے اعزہ و اقارب خود میکرد یا از خوف خدا گریہ میکرد - اگر صابر و شاکر بود باید که امام باین صفت متصف باشد پس گریہ کردن منافی صبر و شکر است و لنبلونکم بشئ من الخوف والجوع و نقص من الاموال این شہادت خداوندیست که خداوند عالم صابرین است رسول را که [illegible] از محبت وے [illegible] در ابتلا ہا [illegible] باید اگر امام زین العابدین از صلحاء است و دوستان خدا بود باید که باین ابتلا ہا انداختہ شدہ باشد ہمچنانکہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام را خداوند عالم در ذبح ولد خود اسماعیل و دور انداختن [illegible] دیگر امور آزمودہ (واذ ابتلیٰ ابراہیم ربہ بکلمات الخ) پس اگر گوئید که حضرت زین العابدین را درین ابتلا ہا که آزمودہ شدہ صبر و شکر ورزیدہ ہمیں است و آنوقتے ثابت میشود که قبول کنیم که گریہ بر حسین نکرد جزع و فزع بنا نکرد و شکایت بمردم نکرد - بلکہ در مصائب وارد شدہ مردانہ وار قدم استقلال فرا پیش مے نہاد و حمد الٰہی بجائے آورد و اگر گریست از خوف خدا گریست نہ از برائے حسین و دیگر اعزہ و اقارب خود [illegible] -

اہل تشیع گویند چہل سال از برائے شہادت حسین گریہ کرد - (انک ہذا بہتانا عظیم) آیہ کلام مجید چہ ہدایت مے فرماید پس عمل امام زین العابدین را ہے اگر در وقت مصائب نازل از گریستہ باشد چہ فرق دارد با گریہ ما یان که از برائے پدر و مادر و اعزہ خویش گریہ مے کنیم و ظاہر است که امام معصوم را این آیہ وافی ہدایہ معلوم بود و می دانست که ما از دوستان خدائیم و ہر که دوست خدا باشد مطابق این حکمش در ابتلا ہا انداختہ میشود و ما را باید که درین ابتلا ہا صبر و شکر ورزیم تا مستحق رحمت او شویم (اولئک علیہم صلوات من ربہم و رحمة) نہ اینکہ در مصائب خود [illegible] گریہ و بکا کنیم و مردمان را امر [illegible] فرمائیم [illegible] العیاذ القصہ از برائے یک فعل مسنون که آنہم بثبوت نے رسد بل ظن محض است اینقدر بدعات و خرافات و منکرات [illegible] انداختن کار اہل علم نیست - اللہم احفظنا من شرور البدعات - (باقی آیندہ)

خاکسار نذر علی از [illegible]

درخواست دعا

مندرجہ ذیل احباب دعا کی درخواست کرتے ہیں

۱ - مولوی شرف الدین احمد صاحب بہاولپوری - انکا لڑکا دیوانہ ہو گیا ہے اسکے لئے ناظرین الحکم دعا کریں -

۲ - نحمدہ و نصلے علے رسولہ الکریم بسم اللہ الرحمن الرحیم - ڈیر ایڈیٹر صاحب - السلام علیکم و رحمة اللہ و برکاتہ - مفصلہ ذیل سطور کو اپنے قیمتی اخبار الحکم کے کسی کالم کے گوشہ میں جگہ دیکر مشکور فرماویں -

درخواست برائے دعا

میرا امتحان شروع ہے - لہذا نہایت مودبانہ و عاجزانہ درخواست ہے - کہ تمام احباب احمدیہ ایک روز اس عاجز کی کامیابی کے لئے بلند دعا فرماویں - والسلام - خاکسار حسن علی احمدی - خریدار اخبار الحکم ۹۲۳ سٹوڈنٹ [illegible] ہاسٹل [illegible] کلاس لاہور - احاطہ جانس مل - انارکلی ۲۴ مارچ ۱۹۰۵ء

افضل مرحوم کی آخری تحریر

ذیل میں میں اپنے ناظرین کو تحریک دعا کے لئے افضل مرحوم کی ایک آخری تحریر شائع کرتا ہوں یہ تحریر حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ایک تقریر ہے جو اس نے ضبط کی تھی -- اس تحریر کو شائع کرتے ہوئے میں اپنی ایک رویا کو بھی درج کرنا ضروری سمجھتا ہوں جو ۲۵ اور ۲۶ مارچ کی درمیانی رات کو میں نے دیکھی میں کیا دیکھتا ہوں کہ مرحوم افضل کو میں کہیں سے ڈھونڈ کر لایا ہوں - اس اثناء میں ایک شخص محمد اعظم نام جو یہاں قادیان میں خوشنویس ہے ملا ہے اور مجھے وہ کہتا ہے کہ ایڈیٹر بھی کمال کرتے ہیں ایک گم شدہ انسان کو بھی ڈھونڈ نکالا ہے - میں نے افضل کو دامن سے پکڑا اور مجھ پر بہت رقت طاری ہوگئی اور آنسو جاری ہوگئے میں نے کہا "یار تیرے مرنے سے مجھے بہت افسوس ہوا ہے تو زندہ تھا تو ہاتھ ہی بٹا لیا کرتا تھا" اسپر اس نے کچھ تبسم سا کیا پھر میں نے پوچھا کہ اچھا تم مر تو گئے مگر یہ بھی معلوم کیا کہ اسقدر جلد تمہارے مرنے میں کیا سر تھا اس کا جواب اس نے مجھے یہ دیا کہ ہاں میں نے معلوم کیا ہے خود رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ "تمہیں مخلصی دینا منظور تھا"

پھر میں نے پوچھا کہ اچھا اب تمہارا کیا شغل ہے اس کے جواب میں اس نے کہا کہ کچھ شغل نہیں ایک حجرہ مل گیا ہے دعا کرتا رہتا ہوں اسپر میں نے کہا اچھا اب جبکہ تم دعا ہی کرتے رہتے ہو تو میں نے ایک امتحان دینا ہے میرے لئے دعا کرو کہ میں اس میں پاس ہو جاؤں مجھے اس نے انشراح صدر سے جواب دیا ہاں میں ضرور دعا کرونگا۔

اسکے بعد میں بیدار ہوگیا - اس رویا سے مجھے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالےٰ نے اسکو نجات عطا فرمائی ہے - اور اس کا خاتمہ بالخیر ہوا - واللہ اعلم بالصواب -

(ایڈیٹر)

تقریر حضرت مسیح موعود علیہ السلام

جناب حافظ غلام رسول صاحب [illegible] وزیرآبادی ایک اپنے واجب التعظیم صاحب کو قادیان میں معالجہ کے لئے لائے تھے اور چونکہ انکو حضرت مرزا صاحب کے دعوی کی نسبت کچھ شکوک و شبہات تھے اسلئے حافظ صاحب موصوف نے حضرت اقدس کی خدمت میں اونکے حل کرنیکے لئے عرض کی اسپر حضور علیہ السلام نے ایک ذیل کی مختصر تقریر فرمائی جس سے اون کے شکوک کا اکثر حصہ رفع ہوگیا اور بجائے نفرت کے دل میں محبت پیدا ہوگئی -

مسئلہ نبوت مجھے ان لوگوں کے اعتراضوں پر تعجب آتا ہے کہ اعتراض کرتے وقت وہ قرآن شریف کی تعلیم اور اسلام کی عظمت اور پاک تاثیرات کو بالکل جواب دیدیتے ہیں - ایک روحانیت ہی ایسی شے ہے کہ جو خاصہ اسلام ہے اور کسی دوسرے مذہب میں نہیں ملتی پس اگر شریعت میں روحانیت ہی نہ رہی تو پھر سوائے اساطیر کے اور کیا باقی رہا - جو اہل ہیں وہ تو سمجھتے ہیں مگر جو کودن ہیں وہ ان رموز سے بالکل ناواقف ہیں - جسکو خدا تعالےٰ نے قلب سلیم عطا کیا ہے اور وہ دینی ضرورتوں سے واقفیت رکھتا ہے وہ جانتا ہے کہ سلسلہ الہام و وحی کبھی بند نہیں ہوتا ہاں ایسی وحی جو بجز قرآن کے کوئی ورنئی شریعت تجویز کرتی ہے وہ بالکل بند ہے اور جو کوئی اسکا مدعی ہو بلا شک و شبہ کافر ہے ہمارا ایمان ہے کہ وہ نبوت ختم ہوگئی لیکن مکالمات و مخاطبات ایسے جس سے ایمان کو ترقی ہوتی ہے وہ جاری ہیں اور رہینگے کیونکہ اگر آواز کا سلسلہ ہی بند ہو جاوے تو پھر یقین کامل کا طریق کوئی نہیں رہتا ایک بند مکان میں اگر آوازیں مارتے رہو اور کوئی جواب نہ آوے تو آخر یہی کہوگے کہ اس میں کوئی نہیں پس اسی طرح اگر خدا سے کوئی آواز نہ آوے تو اس بات کا کیا ثبوت ہے کہ وہ ہے بھی - پھر ہم پوچھتے ہیں کہ اگر یہ سلسلہ الہام اور وحی کا بند ہوگیا ہوا ہے تو اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیہم کو نماز میں تکرار کرنے کا فائدہ کیا ہے - کیونکہ منعم علیہ گروہ میں تو انبیاء بھی ہیں اور دوسرے صلحاء وغیرہ جن پر خدا نے انعام وحی کیا تھا اور وہ تو اب ہوتی نہیں تو پھر اس دعا کا کیا فائدہ - یہ تو ظاہر ہے کہ انبیاء اور رسل پر انعام الٰہی مال و دولت کے رنگ میں نہیں ہوئے اور نہ وہ ان باتوں کے لئے دنیا میں آتے ہیں بلکہ اسکے برعکس فقر و فاقہ کو پسند کرتے ہیں تو آخر پھر ماننا پڑیگا کہ صرف مکالمات اور مخاطبات الٰہی کا انعام ہی ان پر تھا اور قرآن شریف سے بھی یہی ظاہر ہے تو اب اسکا سلسلہ منقطع کرنا کسقدر کفر کی بات ہے - علاوہ اسکے ہمیں باوجود اس ایمان کے کہ یہ امت خیر الامت ہے یہ بھی ماننا پڑیگا کہ بنی اسرائیل کی عورتیں اس امت کے مردوں سے بدرجہا اچھی تھیں کیونکہ موسیٰ علیہ السلام کی ماں سے خدا تعالےٰ نے کلام کی اور اسکو وحی کی پھر بتلاؤ کہ جب اس امت کے رجال اسرائیلی امت کی عورتوں کی مانند بھی نہ ہوئے حالانکہ برابر ہونے چاہئیں تو اسکا نام خیر الامت کی جگہ شر الامت ہوا یا کہ نہیں اور یہ کفر ہے یا کہ نہیں -

ایمان کا ستون تو یقین ہے اور وہ وحی اور الہام سے حاصل ہوتا ہے پھر جب وحی نہ رہی اور صرف باتیں اور قصے ہی رہ گئے اور آسمانی اور روحانی امور بالکل نہ رہے تو رہا کیا - قاعدہ کی بات ہے کہ انسان کے ہاتھ میں جب تک کسی بات کی نظیر (نمونہ) نہ رہے تو رفتہ رفتہ وہ اوس کا منکر ہو جاتا ہے اسی لئے خدا تعالےٰ نے اسلام میں یہ انتظام کیا ہے کہ اس میں صاحب الہام و وحی ہوتے رہتے ہیں تا کہ ان نمونوں کو دیکھکر تجربہ از دل یقین ہمیشہ ترو تازہ رہے - ما خلقت الجن والانس الا لیعبدون کے یہ معنے ہیں کہ جن و انسان کو اسلئے پیدا کیا کہ وہ معرفت الٰہی حاصل کریں اب جب کہ آواز ہی خدا کی طرف سے نہ آئی تو پھر معرفت کیا ہوئی اور انسان خلقت سے جو اصل مطلب تھا وہ پورا نہ ہوا - آنحضرت صلعم کی بعثت کی بھی بڑی علت غائی یہی تھی کہ معرفت تامہ حاصل ہو - پھر ہم کہتے ہیں کہ مکالمہ اور مخاطبہ الٰہی کا ایسا سلسلہ ہے کہ کل بزرگوں کا اس سے اتفاق ہے سید عبد القادر جیلانی علیہ الرحمۃ بھی یہی کہتے ہیں ذرا فتوح الغیب کو دیکھو پھر اوس حدیث کے کیا معنے ہوئے کہ میں اپنے بندے کی زبان ہو جاتا ہوں -

الہام رحمانی اور شیطانی میں تمیز کی ضرورت بعض لوگ یہ اعتراض پیش کرتے ہیں کہ الہام شیطانی بھی ہوتا ہے اور رحمانی بھی مگر ہم کہتے ہیں کہ آخر کوئی تمیز بھی ہے یا نہیں - اگر کلام رحمانی اور شیطانی میں کوئی تمیز نہ رکھیں گے تو پھر وہ بتلا دیں کہ رحمان کی عزت کیا ہوئی - کیا اون کے نزدیک رحمان اور شیطان میں کوئی فرق ہے یا کہ مساوات ہے اگر فرق ہے تو دونوں کے کلام میں کیوں فرق تسلیم نہیں کرتے - حالانکہ دیکھتے ہیں کہ دنیا میں مختلف مدارج کے لوگوں کے کلام میں ایک فرق بین ہوتا ہے تو کیا خالق کی کلام مخلوق کی کلام سے بھی اسدرجہ گری ہوئی ہوگی کہ اس میں کوئی تمیز نہ ہوگی - یہی وجہ ہے کہ ہمارا اور کسی اور اکابر دین کا یہ مذہب ہوا ہے کہ رحمانی اور شیطانی الہام ایک ہی صورت رکھتے ہیں اگر اس امت میں مامورین و مرسلین نہ آویں تو بتلاؤ کہ اس میں اور دوسری امتوں میں فرق کیا ہوا جس طریق سے ہم ملتے ہیں اوس طریق سے عظمت قرآن شریف کی اور خاتم الانبیاء کی ظاہر ہوتی ہے تعجب کی بات ہے کہ حضرت موسیٰ کی شریعت پر عمل درآمد کے لئے تو نبی اور رسول مبعوث ہوں مگر آنحضرت صلعم کی شریعت ایسی ہوئی کہ کوئی نبی اور رسول اوسپر عمل درآمد کے لئے نہ آوے -

یاد رکھو کہ جس دین میں روحانیت نہ رہے تو وہ قابل جلانے کے ہوتا ہے - اسکی مثال ایسی ہے جیسے باغ میں ایک درخت ہو اور وہ بالکل خشک ہوگیا ہو نہ کوئی پھل دیتا ہے نہ اوسکا سایہ ہے نہ کوئی پھول ہی نکلتا ہے تو آخر باغبان سوائے اسکے اور کیا کریگا کہ اسے کاٹ کر جلا دے کیونکہ اب تو وہ حطب ہے نہ کہ شجر - اور ہمیں ان لوگوں کی باتوں کی پرواہ کیا ہے جو کاروبار آسمانی ہوتا ہے وہ ہو کر رہتا ہے - فقط -

جادو والا مکان ایک شخص نے دریافت کیا کہ ایک مکان میں جانا چاہتا ہوں مگر لوگ کہتے ہیں کہ اس میں جنات ہوتے ہیں اور جادو کا اثر ہے آپنے فرمایا کہ مومن کے پاس جن اور شیطان نہیں آتا -

نہ شہادت نہ جرم ایک شخص نے بیان کیا کہ ایک احمدی بھائی سرحد پر مارے گئے ہیں وہ فوج میں نوکر تھے اور سرحدی لوگ جب اون کے افسر کو قتل کرنے آئے تو وہ پہرہ دے رہا تھا اس لئے اون لوگوں نے اوّل اوسے قتل کیا کیا وہ شہید ہے یا کہ نہیں آپنے فرمایا کہ شہادت تو اوس موت کا نام ہے جو کہ دین کے لئے ہو باقی اغراض نفسانی کے لئے جو انسان جدوجہد کرتا ہے اور اوس میں کامیاب اور ناکام بھی ہوتا ہے بعض وقت جان بھی جاتی ہے اس لئے اس کو نہ ہم شہادت کہتے ہیں اور نہ کوئی گناہ قرار دیتے ہیں -

معزز ہمعصر اردو اخبار الوطن پر لکھتا ہے حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کیطرف سے "الوصیت" کے عنوان سے حال ہی میں ایک اشتہار شائع ہوا ہے - جس میں دلسوزی کے ساتھ خلق خدا کو رجوع الی اللہ کے لئے ترغیب دلائی گئی ہے - ورنہ خدائی غضب کے نازل ہونیکا اندیشہ ظاہر کیا ہے -

ایڈیٹر پیسہ اخبار غور سے پڑھے اور سبق لے -

تفسیر القرآن من مسیح الزمان

(گذشتہ اشاعت سے آگے)

اور پھر اپنی کمزوری اور امداد الٰہی پر یقین کامل کرکے اس معرفت سے حصہ پالیتا ہے کہ جو خاکر ایاک نعبد کو وہ پکارتی ہے اور بلاشبہ جسقدر انسان اس طریقہ کو لازم پکڑتا ہے جسقدر اسپر عمل کرتا اپنا نفس مشہر الیتا ہے جسقدر اسکے چھوڑنے میں اپنی ہلاکت دیکھتا ہے اسیقدر اسکی توحید صاف ہوتی ہے اور اسیقدر عجب اور خود بینی کی آلائشون سے پاک ہوجاتا ہے اور اسیقدر تکلف اور بناوٹ کی سیاہی اس کے چہرہ پر سے اٹھ جاتی ہے اور سادگی اور بھولاپن کا نور اس کے مونہہ پر چمکنے لگتا ہے پس یہ وہ صداقت ہے کہ جو رفتہ رفتہ انسان کو فنانی اللہ کے مرتبہ تک پہنچاتی ہے یہانتک کہ وہ دیکھتا ہے کہ میرا کچھ بھی اپنا نہین بلکہ سب کچھ مین خدا سے پاتا ہون۔ جہان کہین یہ طریق کسی نے اختیار کیا وہین توحید کی خوشبو پہلی دفعہ مین ہی اسکو پہنچنے لگتی ہے اور دل اور دماغ کا معطر ہونا شروع ہوتا جاتا ہے بشرطیکہ قوت شامہ مین کچھ فساد نہ ہو غرض اس صداقت کے التزام مین طالب صادق کو اپنے ہیچ اور بے حقیقت ہونے کا اقرار کرنا پڑتا ہے اور اللہ جل شانہ کے متصرف مطلق اور مبدء فیوض ہونے پر شہادت دینی پڑتی ہے اور یہ دونون ایسے امر مین کہ جو حق کے طالبون کا مقصود ہے اور مرتبہ فنا کے حاصل کرنے کیلئے ایک ضروری شرط ہے اس ضروری شرط کے سمجھنے کیلئے یہی مثال کافی ہے کہ بارش گرچہ عالمگیر ہو مگر تاہم اسپر زیادہ سبزی ہے کہ بارش کے موقعہ پر کچھ پیدا ہوتا ہے اسیطرح جو لوگ طلب کرتے مین وہی پاتے مین اور جو ڈھونڈتے مین انہین کو ملتا ہے جو لوگ کسی کام کے شروع کرنے کے وقت اپنے ہنر یا عقل یا طاقت پر بھروسا رکھتے مین اور خدا تعالیٰ پر بھروسہ نہین رکھتے وہ اس ذات قادر مطلق کا کہ جو اپنی قیومی کے ساتھ تمام عالم پر محیط ہے کچھ قدر شناخت نہین کرتے اور انکا ایمان اس خشک ٹہنی کیطرح ہوتا ہے کہ جسکو اپنے شاداب اور سرسبز درخت سے کچھ علاقہ نہین رہا اور جو ایسی خشک ہوگئی ہے کہ اپنے درخت کی تازگی اور پھول اور پھل سے کچھ بھی حصہ حاصل نہین کرسکتی صرف ظاہری جوڑ ہے جو ذرا سی جنبش ہوا سے یا کسی اور شخص کے ہلانے سے ٹوٹ سکتا ہے پس ایسا ہی خشک فلسفیون کا ایمان ہے کہ جو قیوم عالم کے سہارے پر نظر نہین رکھتے اور اس مبدء فیوض کو جسکا نام اللہ ہے ہر یک طرفۃ العین کے لئے اور ہر حال مین اپنا محتاج الیہ قرار نہین دیتے پس یہ لوگ حقیقی توحید سے ایسے دور پڑے ہوئے مین جیسے نور سے ظلمت دور ہے انہین یہ سمجھ ہی نہین کہ اپنے تئین ہیچ اور لاشے سمجھکر قادر مطلق کی طاقت عظمے کے نیچے آپڑنا عبودیت کے مراتب کی آخری حد ہے اور توحید کا انتہائی مقام ہے جس سے فنا اتم کا چشمہ جوش مارتا ہے اور انسان اپنے نفس اور اس کے ارادون سے بالکل کہویا جاتا ہے اور سچے دل سے خدا کے تصرف پر ایمان لاتا ہے۔ اس جگہہ ان خشک فلسفیون کے اس مقولہ کو بھی کچھ چیز نہین سمجھنا چاہیے کہ جو کہتے مین کہ کسی کام کے شروع کرنے مین استمداد الٰہی کی کیا حاجت ہے خدا نے ہماری فطرت مین پہلے سے طاقتین ڈال رکھی مین پس ان طاقتون کے ہوتے ہوئے پھر دوبارہ خدا سے طاقت مانگنا تحصیل حاصل ہے۔ کیونکہ ہم کہتے ہین کہ بیشک یہ بات سچ ہے کہ خدا تعالیٰ نے بعض افعال کے بجالانے کیلئے کچھ کچھ ہمکو طاقتین بھی دی مین مگر پھر بھی اس قیوم عالم کی حکومت ہمارے سرپر سے دور نہین ہوئی اور وہ ہم سے الگ نہین ہوا اور اپنے سہارے سے ہمکو جدا کرنا نہین چاہا اور اپنے فیوض غیر متناہی سے ہم کو محروم کرنا روا نہین رکھا کہ جو کچھ ہم کو اس نے دیا ہے وہ ایک امر محدود ہے اور جو کچھ اس سے مانگا جاتا ہے اسکی نہایت نہین علاوہ اس کے جو کام ہماری طاقت سے باہر مین ان کے حاصل کرنے کیلئے کچھ بھی ہمکو طاقت نہین دیگئی۔ اب اگر غور کرکے دیکھو اور ذرا پوری فلسفیت کو کام مین لاؤ تو ظاہر ہوگا کہ کامل طور پر کوئی بھی طاقت ہمکو حاصل نہین مثلاً ہماری بدنی طاقتین ہماری تندرستی پر موقوف مین اور ہماری تندرستی بہت سے ایسے اسباب پر موقوف ہے کہ کچھ انمین سے سماوی اور کچھ ارضی مین اور وہ سب کی سب ہماری طاقت سے بالکل باہر مین اور یہ تو ہم نے ایک موٹی سی بات عام لوگون کی سمجھ کے موافق کہی ہے لیکن جسقدر درحقیقت وہ قیوم عالم اپنی علت العلل ہونے کی وجہ سے ہمارے ظاہر اور ہمارے باطن اور ہمارے اول اور ہمارے آخر اور ہمارے فوق اور ہمارے تحت اور ہمارے یمین اور ہمارے یسار اور ہمارے دل اور ہماری جان اور ہمارے روح کی تمام طاقتون پر احاطہ کررہا ہے وہ ایک ایسا مسئلہ دقیق ہے جسکے کنہ تک عقول بشریہ پہنچ ہی نہین سکتین اور اس کے سمجھانے کی اسجگہ ضرورت بھی نہین کیونکہ جسقدر ہم نے اوپر لکہا ہے وہی مخالف کے الزام اور افحام کیلئے کافی ہے غرض قیوم عالم کے فیوض حاصل کرنے کا یہی طریق ہے کہ اپنی ساری قوت اور زور اور طاقت سے اپنا بچاؤ طلب کیا جائے اور یہ طریق کچھ نیا طریق نہین ہے بلکہ یہ وہی طریق ہے جو قدیم سے بنی آدم کی فطرت کے ساتھ لگا چلا آتا ہے جو شخص عبودیت کے طریقہ پر چلنا چاہتا ہے وہ اسی طریق کو اختیار کرتا ہے اور جو شخص خدا کے فیوض کا طالب ہے وہ اسی راستہ پر قدم مارتا ہے اور جو شخص مورد رحمت ہونا چاہتا ہے وہ انہین قوانین قدیمہ کی تعمیل کرتا ہے یہ قوانین کچھ نئے نہین مین اور عیسائیون کے خدا کی طرح کچھ متحدث بات نہین بلکہ خدا کا یہ ایک قانون محکم ہے کہ جو قدیم سے بندھا ہوا چلا آتا ہے اور سنت اللہ ہے کہ جو ہمیشہ سے جاری ہے جسکی سچائی کثرت تجارب سے ہر ایک طالب صادق پر روشن ہے اور کیونکر روشن نہو ہر عاقل سمجھ سکتا ہے کہ ہم لوگ کس حالت ضعف اور ناتوانی مین پڑے ہوئے مین اور بغیر خدا کی مدد کے کیسے نکمے اور ناکارہ مین اگر ایک ذات متصرف مطلق ہر لحظہ اور ہر دم ہماری خبرگیران نہو اور پھر اس کی رحمانیت اور رحیمیت ہماری کارسازی نہ کرے تو ہمارے سارے کام تباہ ہوجائین بلکہ ہم آپ ہی فنا کا راستہ لین پس اپنے کامون کو خصوصاً آسمانی کتاب کو کہ جو سب امور عظیمہ سے ادق اور الطف ہے خدا وند قادر مطلق کے نام سے جو رحمان و رحیم ہے بہ نیت تبرک و استمداد شروع کرنا ایک ایسی بدیہی صداقت ہے کہ بلا اختیار ہم اسکی طرف کھینچے جاتے مین کیونکہ فی الحقیقت ہر یک برکت اسی راہ سے آتی ہے کہ وہ ذات جو متصرف مطلق اور علت العلل اور تمام فیوض کا مبدء ہے جس کا نام قرآن شریف کی اصطلاح مین اللہ ہے خود متوجہ ہوکر اول اپنی صفت رحمانیت کو ظاہر کرے اور جو کچھ قبل از سعی درکار ہے اس کو محض اپنے تفضل اور احسان سے بغیر توسط عمل کے ظہور مین لاوے پھر جب وہ صفت رحمانیت کی اپنے کام کو بہ تمام و کمال کرچکی اور انسان توفیق پاکر اپنی قوتون کے ذریعہ سے محنت اور کوشش کا حق بجالاوے تو پھر دوسرا کام اللہ تعالیٰ کا یہ ہے کہ اپنی صفت رحیمیت کو ظاہر کرے اور جو کچھ بندہ نے محنت اور کوشش کی ہے اسپر نیک ثمرہ مترتب کرے اور اسکی محنتون کو ضایع ہونے سے بچا کر گوہر مراد عطا فرماوے اسی صفت ثانی کی رو سے کہا گیا ہے کہ جو ڈھونڈتا ہے پاتا ہے جو مانگتا ہے اسکو دیا جاتا ہے جو کہٹکہٹاتا ہے اس کے واسطے کہولا جاتا ہے یعنے خدا تعالیٰ اپنی صفت رحیمیت سے کسی کی محنت اور کوشش کو ضایع ہونے نہین دیتا اور آخر جو ئیندہ یابندہ ہوجاتا ہے غرض یہ صداقتین ایسی بین الظہور مین کہ ہر یک شخص خود تجربہ کرکے انکی سچائی کو شناخت کرسکتا ہے اور کوئی انسان ایسا نہین کہ بشرطیکہ کسیقدر عقلمند ہو کہ یہ بدیہی صداقتین اسپر چھپی رہین ہان یہ بات ان عام لوگون پر نہین کہلتی کہ جو دل کی سختی اور غفلت کی وجہ سے صرف اسباب معتادہ پر انکی نظر ٹھہری رہتی ہے اور جو ذات متصرف فی الاسباب ہے اس کے تصرفات لطیفہ پر انکو علم حاصل نہین ہوتا اور نہ انکی عقل اسقدر وسیع ہوتی ہے کہ جو اس بات کو سوچ لین کہ ہزارہا بلکہ بیشمار ایسے اسباب سماوی اور ارضی انسان کے ہر یک جسم کی آرایش کیلئے درکار ہین جنکا بہم پہنچانا ہرگز انسان کے اختیار اور قدرت مین نہین بلکہ ایک ہی ذات مستجمع صفات کاملہ ہے کہ جو تمام اسباب کو آسمانون کے اوپر سے زمینون کے نیچے تک پیدا کرتا ہے اور ان پر ہر طور تصرف اور قدرت رکھتا ہے مگر جو لوگ عقلمند مین وہ اس بات کو بلا تردد بلکہ بدیہی طور پر سمجھتے مین اور جو ان سے بھی اعلیٰ اور صاحب تجربہ مین وہ اس مسئلہ مین حق الیقین کے مرتبہ تک پہونچے ہوئے مین لیکن یہ شبہ کرنا کہ یہ استعانت بعض اوقات کیون بے فایدہ اور غیر مفید ہوتی ہے اور کیون خدا کی رحمانیت و رحیمیت ہر یک وقت استعانت مین تجلی نہین فرماتی پس یہ شبہ صرف ایک صداقت کی غلط فہمی ہے کیونکہ خدا تعالیٰ ان دعاؤن کو کہ جو خلوص کے ساتھ کیجاتی مین ضرور سنتا ہے اور جسطرح مناسب ہو مدد چاہنے والون کیلئے مدد بھی کرتا ہے مگر کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ انسان کی استمداد اور دعاؤن مین خلوص نہین ہوتا اور انسان دلی عاجزی کے ساتھ مدد نہین چاہتا ہے اور خدا اسکی روحانی حالت

ہوتی ہے بلکہ اس کے ہونٹوں میں دعا اور اس کے دل میں غفلت بار یا ہوتی ہے یا کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ خدا اسکی دعا کو سن تو لیتا ہے اور اس کے لئے جو کچھ اپنی حکمت کاملہ کے رو سے مناسب اور اصلح دیکھتا ہے عطا بھی فرماتا ہے لیکن نادان انسان خدا کی ان الطاف خفیہ کو شناخت نہیں کرتا اور بباعث اپنے جہل اور بیخبری کے شکوہ اور شکایت شروع کر دیتا ہے اور اس آیت کے مضمون کو نہیں سمجھتا عسیٰ ان تکرھوا شیئا وھو خیر لکم وعسیٰ ان تحبوا شیئا وھو شر لکم واللہ یعلم وانتم لا تعلمون یعنے یہ ممکن ہے کہ تم ایک چیز کو بری سمجھو اور وہ اصل میں تمہارے لئے اچھی ہو اور ممکن ہے کہ تم ایک چیز کو اچھی سمجھو اور وہ اصل میں تمہارے لئے بری ہو اور خدا چیزوں کی اصل حقیقت کو جانتا ہے اور تم نہیں جانتے اب ہماری اس تمام تقریر سے واضح ہے کہ بسم اللہ الرحمن الرحیم ایک عالیشان صداقت ہے جسمیں حقیقی توحید اور عبودیت اور خلوص میں ترقی کرنے کا نہایت عمدہ سامان موجود ہے جسکی نظیر کسی اور کتاب میں نہیں پائی جاتی اور اگر کسی کے زعم میں پائی جاتی ہے تو وہ اس صداقت کو معہ تمام دوسری صداقتوں کے جو ہم نیچے لکھتے ہیں نکالکر پیش کرے۔

اس جگہ بعض کوتہ اندیش اور نادان دشمنوں نے ایک اعتراض بھی بسم اللہ کی بلاغت پر کیا ہے ان معترضین میں سے ایک صاحب تو پادری عماد الدین نام ہیں جس نے اپنی کتاب ہدایت المسلمین میں اعتراض مندرجہ ذیل لکھا ہے دوسرے صاحب باوا نرائن سنگھ نام وکیل امرتسری ہیں جنہوں نے پادری کے اعتراض کو سچ سمجھکر اپنے دلی عناد کے تقاضا کی وجہ سے وہی پوچ اعتراض اپنے رسالہ ودیا پرکاش میں درج کر دیا ہے سو ہم اس اعتراض کو معہ جواب اس کے لکھنا مناسب سمجھتے ہیں تا منصفین کو معلوم ہو کہ فرط تعصب نے ہمارے مخالفین کو کس درجہ کی کور باطنی اور نابینائی تک پہنچا دیا ہے کہ جو نہایت درجہ کی روشنی ہے اور وہ ان کو تاریکی دکھائی دیتی ہے اور جو اعلیٰ درجہ کی خوشبو ہے وہ اسکو بدبو تصور کرتے ہیں سو جاننا چاہیئے کہ جو اعتراض بسم اللہ الرحمن الرحیم کی بلاغت پر مذکورہ بالا لوگوں نے کیا ہے وہ یہ ہے کہ الرحمن الرحیم جو بسم اللہ میں واقع ہے یہ فصیح طرز پر نہیں اگر رحیم الرحمن ہوتا تو فصیح اور صحیح طرز تھی کیونکہ خدا کا نام رحمان باعتبار اس رحمت کے ہے کہ جو اکثر اور عام ہے اور رحیم کا لفظ بہ نسبت رحمان کے اس رحمت کیلئے آتا ہے کہ جو قلیل اور خاص ہے اور بلاغت کا کام یہ ہے کہ قلت سے کثرت کی طرف انتقال ہو نہ یہ کہ کثرت سے قلت کی طرف یہ اعتراض ہے کہ ان دونوں صاحبوں نے اپنی آنکھیں بند کر کے اس کلام پر کیا ہے جس کلام کی بلاغت کو عرب کے تمام اہل زبان جنمیں بڑے بڑے شاعر بھی تھے باوجود سخت مخالفت کے تسلیم کر چکے ہیں بلکہ بڑے بڑے معاند اس کلام کی شان اعظم سے نہایت درجہ تعجب میں پڑ گئے اور اکثر ان میں سے کہ جو فصیح اور بلیغ کلام کے اسلوب کو بخوبی جاننے پہچاننے والے اور مذاق سخن سے عارف اور با انصاف تھے وہ طرز قرآنی کو طاقت انسانی سے باہر دیکھکر ایک معجزہ عظیم یقین کر کے ایمان لائے جنکی شہادتیں جابجا قرآن شریف میں درج ہیں اور جو لوگ سخت کور باطن تھے اگرچہ وہ ایمان نہ لائے مگر سراسیمگی اور حیرانی کی حالت میں انکو بھی کہنا پڑا کہ یہ سحر عظیم ہے جسکا مقابلہ نہیں ہو سکتا چنانچہ ان کا یہ بیان بھی فرقان مجید کے کئی مقام میں موجود ہے اب اسی کلام معجز نظام پر ایسے لوگ اعتراض کرنے لگے جن میں سے ایک تو وہ شخص ہے جسکو دو سطریں عربی کی بھی صحیح اور بلیغ طور پر لکھنے کا ملکہ نہیں اور اگر کسی اہل زبان سے بات چیت کرنے کا اتفاق ہو تو بجز ٹوٹے پھوٹے اور بے ربط اور غلط فقروں کے کچھ بول نہ سکے اور اگر کسی کو شک ہو تو امتحان کر کے دیکھ لے اور دوسرا وہ شخص ہے جو علم عربی سے بکلی بے بہرہ بلکہ فارسی بھی اچھی طرح نہیں جانتا اور افسوس کہ عیسائی مقدم الذکر کو یہ بھی خبر نہیں کہ یورپ کے اہل علم کہ جو اس کے بزرگ اور پیشرو ہیں جنکا پورٹ صاحب انگریز وں نے ذکر کیا ہے وہ خود قرآن شریف کے اعلیٰ درجہ کی بلاغت کے قائل ہیں اور پھر دانا کو زیادہ تر اس بات پر غور کرنی چاہیئے کہ جب ایک کتاب جو خود ایک اہل زبان پر ہی نازل ہوئی ہے اور اسکی کمال بلاغت پر تمام اہل زبان بلکہ سبعہ معلقہ کے شعراء جیسے اتفاق کر چکے ہیں تو کیا ایسا مسلم الثبوت کلام کسی نادان اجنبی و ژولیدہ زبان والے کے انکار سے جو کہ لیاقت فن سخن سے محض بےنصیب اور فنون علوم عربیہ سے بکلی بے بہرہ بلکہ کسی ادنی عربی آدمی کے مقابلہ پر بولنے سے عاجز ہے قابل اعتراض ٹھہر سکتا ہے بلکہ ایسے لوگ جو اپنی حیثیت سے بڑھکر بات کرتے ہیں خود اپنی نادانی دکھلاتے ہیں اور یہ نہیں سمجھتے کہ اہل زبان کی شہادت کے برخلاف اور بڑے بڑے نامی شاعروں کی گواہی کے مخالف کوئی نکتہ چینی کرنا حقیقت میں اپنی جہالت اور خر خطرقی دکھانا ہے بھلا عماد الدین پادری کسی عربی آدمی کے مقابلہ پر کسی دینی یا دنیوی معاملہ میں ذرا ایک آدھ گھنٹہ تک ہم کو بولکر تو دکھاوے تا اول یہی لوگوں پر کھلے کہ اسکو سیدھی سادی اور بامحاورہ اہل عرب کے مذاق پر بات چیت کرنی آتی ہے یا نہیں کیونکہ ہمکو یقین ہے کہ اس کو ہرگز نہیں آتی اور ہم بہ یقین تمام جانتے ہیں کہ اگر ہم کسی عربی آدمی کو اس کے سامنے بولنے کیلئے پیش کریں تو وہ عربوں کیطرح اور ان کے مذاق پر ایک چھوٹا سا قصہ بھی بیان نہ کر سکے اور جہالت کے کیچڑ میں پھنسا رہ جائے اور اگر شک ہے تو اس کو قسم ہے کہ آزما کر دیکھ لے اور ہم خود اسبات کے ذمہ وار ہیں کہ اگر پادری عماد الدین صاحب ہم سے درخواست کریں تو ہم کوئی عربی آدمی بہم پہنچا کر کسی مقررہ تاریخ پر ایک جلسہ کریں گے جسمیں چند لائق ہندو ہونگے اور چند مولوی مسلمان بھی ہوں گے اور عماد الدین صاحب پر لازم ہوگا کہ وہ بھی چند عیسائی بھائی اپنے ساتھ لے آویں اور پھر سب حاضرین کے روبرو اول عماد الدین صاحب کوئی قصہ جو اسیوقت انکو بتلایا جاویگا عربی زبان میں بیان کریں اور پھر وہی قصہ وہ عربی صاحب کہ مقابل پر حاضر ہوں گے اپنی زبان میں بیان فرماویں پھر اگر منصفوں نے یہ رائے دیدی کہ عماد الدین صاحب نے ٹھیک ٹھیک عربوں کے مذاق پر عمدہ اور لطیف تقریر کی ہے تو ہم تسلیم کریں گے کہ ان کا اہل زبان پر نکتہ چینی کرنا کچھ جائے تعجب نہیں بلکہ اسیوقت پچاس روپیہ نقد بطور انعام ان کو دیئے جائیں گے لیکن اگر اسوقت عماد الدین صاحب بجائے فصیح اور بلیغ تقریر کے اپنے ژولیدہ اور غلط بیان کی بدبو پھیلانے لگے یا اپنی رسوائی اور نالیاقتی سے ڈر کر کسی اخبار کے ذریعہ سے یہ اطلاع بھی نہ دی کہ میں ایسے مقابلہ کیلئے حاضر ہوں تو ہم بجز اس کے کہ لعنت اللہ علی الکاذبین کہیں اور کیا کہہ سکتے ہیں۔ اور یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ اگر عماد الدین صاحب تولد ثانی بھی پاویں تب بھی وہ کسی اہل زبان کا مقابلہ نہیں کر سکتے پھر جس حالت میں وہ عربوں کے سامنے بھی بول نہیں سکتے اور فی الفور گونگا بننے کیلئے طیار ہیں تو پھر ان عیسائیوں اور آریوں کی ایسی سمجھ پر ہزار حیف اور ہزار لعنت ہے کہ جو ایسے نادان کی تالیف پر اعتماد کر کے اس بے مثل کتاب کی بلاغت پر اعتراض کرتے ہیں کہ جو سید العرب پر نازل ہو کر عرب کے تمام فصیحوں اور بلیغوں سے اپنی عظمت شان کا اقرار کرا یا اور جس کے نازل ہونے سے سبعہ معلقہ مکہ کے دروازہ پر سے اتارا گیا اور معلقہ مذکورہ کے شاعروں میں سے جو شاعر اسوقت بقید حیات تھا وہ بلا توقف اس کتاب پر ایمان لایا پھر دوسرا افسوس یہ کہ اس نادان عیسائی کو اب تک یہ بھی خبر نہیں کہ بلاغت حقیقی اس امر میں محدود نہیں کہ قلیل کو کثیر پر ہر جگہ اور ہر محل میں خواہ نخواہ مقدم رکھا جائے بلکہ اصل قاعدہ بلاغت کا یہ ہے کہ اپنے کلام کو واقعی صورت اور مناسب وقت کا آئینہ بنایا جاوے سو اسجگہ بھی رحمان کو رحیم پر مقدم کرنے میں کلام کو واقعی صورت اور ترتیب کا آئینہ بنایا گیا ہے چنانچہ اس ترتیب طبعی کا مفصل ذکر ابھی سورۃ فاتحہ کی آئندہ آیتوں میں آئیگا اور اب ہم سورۃ ممدوحہ کی دوسری آیتوں کو تفصیل سے لکھتے ہیں اور وہ یہ ہے۔ الحمد للہ تمام محامد اس ذات معبود برحق مستجمع جمیع صفات کاملہ کو ثابت ہیں جسکا نام اللہ ہے۔ ہم پہلے بھی بیان کر چکے ہیں کہ قرآن شریف کی اصطلاح میں اللہ اس ذات کامل کا نام ہے کہ جو معبود برحق مستجمع جمیع صفات کاملہ اور تمام رذائل سے منزہ اور واحد لا شریک اور مبدء جمیع فیوض ہے کیونکہ خدا تعالیٰ نے اپنے کلام پاک قرآن شریف میں اپنے نام اللہ کو تمام دوسرے اسماء وصفات کا موصوف ٹھہرایا ہے اور کسی جگہ کسی دوسرے اسم کو یہ رتبہ نہیں دیا پس اللہ کے اسم کو بوجہ موصوفیت تامہ ان تمام صفتوں پر دلالت ہے جنکا وہ موصوف ہے اور چونکہ وہ جمیع اسماء اور صفات کا موصوف ہے اس لئے اس کا مفہوم یہ ہوا کہ وہ جمیع صفات کاملہ پر مشتمل ہے پس خلاصہ مطلب الحمد للہ کا یہ نکلا کہ تمام اقسام حمد کے کیا باعتبار ظاہر کے اور کیا باعتبار باطن کے اور کیا باعتبار ذاتی کمالات کے اور کیا باعتبار قدرتی عجائبات کے اللہ سے مخصوص ہیں اور اسمیں کوئی دوسرا شریک نہیں اور نیز جسقدر محامد صحیحہ اور کمالات تامہ کو عقل کسی عاقل کی سوچ سکتی ہے یا فکر کسی متفکر کا ذہن میں لا سکتا ہے وہ سب خوبیاں اللہ تعالیٰ میں موجود ہیں اور کوئی ایسی خوبی نہیں کہ عقل اس خوبی کے امکان پر شہادت دے مگر

(باقی آئندہ)

حضرت حجۃ اللہ کی تقریر جلسۃ الوداع کی تقریب پر

(گذشتہ اشاعت سے آگے)

بہت سے لوگ ہیں جو بادشاہانہ اور عیاشانہ حالات زندگی رکھتے ہیں اور وہ دنیا کا فخر۔ دنیا کی عزت اور املاک و دولت چاہتے ہیں اس قسم کی آرزوؤں اور تمناؤں اور ان کے پورا کرنے کی تدبیروں اور تجویزوں میں ہی اپنی عمر کھو بیٹھتے ہیں انکی آرزوؤں کی انتہا نہیں ہوتی کہ پیغام موت آجاتا ہے اب ان کو بھی اللہ تعالیٰ نے قویٰ تو دیئے تھے انہیں قویٰ سے اگر کام لیتے تو حق کو پالیتے اللہ تعالیٰ نے تو بخل نہیں کیا مگر انہوں نے قویٰ سے کام نہ لیا۔ یہ انکی اپنی بدبختی ہے نیک بخت اور مبارک ہے وہ شخص جو ان قویٰ سے کام لے بہت سے آدمی ایسے بھی ہیں کہ جب ان کو کہا جاتا ہے کہ تم خدا تعالیٰ سے ڈرو اور اسکے اوامر کی پابندی کرو اور نواہی سے پرہیز کرو تو وہ کہدیتے ہیں کہ ہم نے کیا ولی بننا ہے اس قسم کا کلمہ میرے نزدیک کفر ہے۔ یہ خدا تعالیٰ پر بدگمانی ہے۔ خدا تعالیٰ کے حضور کیا کمی ہے وہ کوئی سرکار کی محدود نوکریاں تو نہیں ہیں جو ختم ہو جائیں۔ بلکہ جو کوئی خدا تعالیٰ کے ساتھ سچے تعلقات پیدا کرے وہ ان فیوض سے بہرہ ور ہو سکتا ہے جو پہلے راستبازوں کو دیئے گئے ہیں۔

بر کریمان کارہا دشوار نیست۔

خدا نے جو ان کا نام ولی رکھا ہے تو کیا ولی بننا خدا تعالیٰ کے نزدیک مشکل ہو سکتا ہے بلکہ بہت ہی سہل ہے ہاں اسکے لئے ضرورت اس امر کی ہے کہ راستی سے قدم رکھنے والا ہو اور اسکی راہ میں صبر و استقلال اور وفاداری کے ساتھ چلنے والا ہو۔ کوئی دکھ اور کوئی تکلیف اور مصیبت اس کے قدم کو ڈگمگا نہ سکے جب انسان خدا تعالیٰ کے ساتھ سچا تعلق پیدا کرتا ہے اور ان باتوں سے الگ ہو جاتا ہے جو خدا تعالیٰ کی نارضامندی کا موجب ہوتی ہیں بلکہ پاکیزگی اور طہارت اختیار کرتا ہے اور گندی باتوں سے پرہیز کرتا ہے تو خدا تعالیٰ بھی اس سے ایک تعلق پیدا کر لیتا ہے اور اس کے قریب ہو جاتا ہے لیکن اگر کوئی خدا تعالیٰ سے دور ہوتا جاوے اور گندگی سے نکلنے کی کوشش نہ کرے تو پھر خدا تعالیٰ بھی اسکی پروا نہیں کرتا جیسے فرمایا ہے۔

فلما زاغوا ازاغ اللہ قلوبھم۔

ہماری جماعت کو چاہیے کہ ہمت نہ ہار بیٹھے یہ بڑے مشکلات نہیں ہیں میں نہیں یقیناً کہتا ہوں کہ خدا تعالیٰ نے ہمارے مشکلات آسان کر دیئے ہیں کیونکہ ہمارے سلوک کی راہیں اور ہیں۔

ہمارے ہاں یہ حالت نہیں ہے کہ گریں جنگل جائیں یا آگ میں پڑ جائیں یا پانی میں کھڑے رہیں اور چلہ کشیاں کریں۔ یا ہاتھ خشک کریں اور یہانتک کہ صورتیں بھی مسخ ہو جائیں ان صورتوں کے اختیار کرنے سے وہ لوگ بخیال خویش باخدا ہونا چاہتے ہیں لیکن میں دیکھتا ہوں کہ خدا تو کیا ملنا ہے انسانیت بھی جاتی رہتی ہے مگر ہمارے سلوک کا یہ طریق نہیں ہے بلکہ اسلام نے بہت ہی آسان راہ رکھی ہے اور وہ کشادہ راہ ہے جسکا ذکر اللہ تعالیٰ نے یوں فرمایا ہے اھدنا الصراط المستقیم اب اللہ تعالیٰ نے جو یہ دعا سکھائی ہے تو اس طور پر نہیں کہ دعا تو سکھا دی لیکن سامان کچھ نہیں۔ بلکہ جہاں دعا سکھائی ہے وہاں سب کچھ موجود ہے چنانچہ اگلی سورت میں اس قبولیت کا اشارہ ہے جہاں فرمایا ذالک الکتاب لاریب فیہ ھدی للمتقین۔ یہ ایسی دعوت ہے کہ دعوت کا سامان پہلے سے طیار ہے۔

غرض یہ قویٰ جو انسان کو دیئے گئے ہیں اگر وہ انسے کام لے تو یقیناً ولی ہو سکتا ہے۔

میں یقیناً کہتا ہوں کہ اس امت میں بڑی قوت کے لوگ آئے ہیں وہ نور اور صدق اور وفا کے لوگ آئے ہیں کوئی شخص اپنے آپ کو محروم نہ سمجھے کیا خدا تعالیٰ نے کوئی فہرست شایع کر دی ہے جو یہ سمجھ لیا گیا ہے کہ ہمیں حصہ نہیں ملے گا۔ خدا تعالیٰ بڑا کریم ہے اسکی کریمی کا بڑا گہرا سمندر ہے جو کبھی ختم نہیں ہو سکتا اور کوئی تلاش کرنیوالا اور طلب کرنیوالا محروم نہیں رہا ہے اسلئے تمہیں چاہیئے کہ راتوں کو اٹھ اٹھ کر دعا مانگو اور اسکے فضل کو طلب کرو۔ ہر ایک نماز میں دعا کیواسطے کئی موقع ہیں رکوع۔ قیام۔ قعدہ سجدہ وغیرہ۔ آٹھ پہر دن میں پانچ مرتبہ نماز پڑھنی پڑتی ہے۔ فجر ظہر عصر مغرب عشاء۔ اور اس پر ترقی کر کے اشراق اور تہجد کی نمازیں ہیں۔ یہ سب دعا ہی کیلئے موقع ہیں۔ اصل غرض اور مغز نماز کا دعا ہی ہے اور دعا اللہ تعالیٰ کے قانون قدرت کے موافق ہے۔

عام طور پر دیکھو کہ جب بچہ روتا دھوتا ہے اور اضطراب ظاہر کرتا ہے تو ماں کسقدر بے قرار ہو کر اسکو دودھ دیتی ہے الوہیت اور عبودیت میں اسی قسم کا ایک تعلق ہے جس کو ہر شخص سمجھ نہیں سکتا جب انسان خدا تعالیٰ کے دروازہ پر گرتا ہے اور نہایت عاجزی اور خشوع و خضوع کیساتھ گرتا ہے اور اپنے حالات کو پیش کرتا ہے اور اس سے اپنی حاجات کو مانگتا ہے تو الوہیت کا کرم جوش میں آتا ہے اور اس پر رحم کیا جاتا ہے خدا تعالیٰ کے فضل و کرم کا دودھ بھی ایک گریہ کو چاہتا ہے اس لئے اسکے حضور رونے والی آنکھ پیش کرنی چاہیئے۔ یہ خیال غلط اور باطل ہے جو کہتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کے حضور رونے دھونے سے کچھ نہیں ملتا ایسے لوگ اللہ تعالیٰ کی ہستی اور اسکے صفات قدرت و تصرف پر ایمان نہیں رکھتے ہیں اگر وہ حقیقی ایمان پیدا کرتے تو یہ کبھی نہ کہتے جب کبھی کوئی خدا تعالیٰ کے حضور آیا ہے اور اس نے سچی توبہ کے ساتھ رجوع کیا ہے اللہ تعالیٰ نے اس پر اپنا فضل کیا ہے۔ یہ بالکل سچ ہے جو کسی نے کہا ہے۔ ؎

عاشق کہ شد کہ یار بحالش نظر نکرد
اے خواجہ درد نیست وگرنہ طبیب ہست

خدا تعالیٰ تو چاہتا ہے کہ تم اسکے حضور پاک دل لیکر آجاؤ۔ صرف اتنی شرط ہے کہ اسکے مناسب حال اپنے آپکو بناؤ اور وہ سچی تبدیلی جو خدا تعالیٰ کے حضور جانے کے قابل بنا دیتی ہے اپنے اندر پیدا کرو۔ میں عجیب در عجیب قدرتیں ہیں اور اسمیں لا انتہا فضل و برکات ہیں مگر انکے دیکھنے اور پانے کیلئے محبت کی آنکھ پیدا کرو۔ اگر سچی محبت ہو تو خدا تعالیٰ بہت دعائیں سنتا ہے اور تائیدیں کرتا ہے لیکن شرط یہی ہے کہ محبت اور اخلاص خدا تعالیٰ سے ہو۔ محبت ایک ایسی شے ہے کہ انسانی سفلی زندگی کو جلا کر اسے ایک نیا اور مصفا انسان بنا دیتی ہے۔ پھر وہ وہ دیکھتا ہے جو پہلے نہیں دیکھتا تھا وہ وہ سنتا ہے جو پہلے نہیں سنتا تھا۔ غرض خدا تعالیٰ نے جو کچھ مایدہ فضل و کرم کا انسان کیلئے طیار کیا ہے۔ اس کے حاصل کرنے اور فایدہ اٹھانے کیلئے استعدادیں بھی عطا کی ہیں اگر وہ استعدادیں تو عطا کرتا لیکن سامان نہ ہوتا تب بھی ایک نقص تھا اور یا سامان تو ہوتا لیکن استعدادیں نہ ہوتیں تو بھی مگر نہیں یہ بات نہیں ہے استعداد بھی دی اور سامان بھی مہیا کیا جسطرح ایکطرف روٹی کا سامان ہوا دوسری طرف آنکھ زبان۔ دانت اور معدہ دیدیا اور جگر اور امعا کو کام میں لگا دیا۔ اور ان تمام کاموں کا مدار غذا پر کہدیا اگر اندر ہی کچھ نہ جائیگا تو دل میں خون کہاں سے آئیگا۔ کیلوس کہاں سے بنے گا۔

اسیطرح سب سے اول اسنے یہ فضل کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اسلام ایسا کامل دین دیکر بھیجا اور آپکو خاتم النبیین ٹھیرایا اور قرآن شریف ایسی کامل اور خاتم الکتب کتاب عطا فرمائی اور اب قیامت تک نہ کوئی کتاب آئیگی اور نہ کوئی نیا نبی شریعت لیکر آئیگا۔ پھر جو قویٰ سمع اور فکر کے ہیں انسے اگر ہم کام نہ لیں اور خدا تعالیٰ کیطرف قدم نہ اٹھائیں تو کسقدر سستی اور کاہلی اور ناشکری ہے۔ غور کرو کہ اللہ تعالیٰ نے اس پہلی ہی سورۃ میں ہمارے لئے کسقدر مبسوط طریق پر فضل کی راہ بتا دی ہے اس سورۃ میں جسکا نام خاتم الکتاب اور ام الکتاب بھی ہے۔ صاف طور پر بتا دیا ہے کہ انسانی زندگی کا کیا مقصد ہے اور اسکے حصول کی کیا راہ ہے؟ ایاک نعبد گویا انسانی فطرت کا اصل تقاضا اور منشاء ہے اور وہ ایاک نستعین کے بغیر پورا نہیں ہوتا ہے لیکن ایاک نعبد کو ایاک نستعین پر مقدم کر کے یہ بتایا ہے کہ پہلے ضروری ہے کہ جہانتک انسان کی اپنی طاقت، ہمت اور سمجھ میں ہو خدا تعالیٰ کی رضامندی کی راہوں کے اختیار کرنے میں سعی اور مجاہدہ کرے اور خدا تعالیٰ کی عطا کردہ قوتوں سے پورا کام لے اور اسکے بعد پھر خدا تعالیٰ سے اسکی تکمیل اور نتیجہ خیز ہونے کیلئے دعا کرے۔

انسانی زندگی کا مقصد اور غرض صراط مستقیم پر چلنا اور اسکی طلب ہے جسکو اس سورۃ میں ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے۔ اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم۔ یا اللہ ہمکو سیدھی راہ دکھا ان لوگوں کی اور جن پر تیرا انعام ہوا۔ یہ وہ دعا ہے جو ہر وقت ہر نماز اور ہر رکعت میں مانگی جاتی ہے اسقدر اسکا تکرار ہی اسکی اہمیت کو ظاہر کرتا ہے۔ ہماری جماعت یاد رکھے کہ یہ معمولی سی بات نہیں ہے۔ اور صرف زبان سے طوطے کیطرح ان الفاظ کا رٹ دینا اصل مقصود نہیں ہے بلکہ یہ انسان کو انسان کامل بنانے کا ایک کارگر اور خطا نہ کرنیوالا نسخہ ہے جسے ہر وقت نصب العین رکھنا چاہیے اور تعویذ کیطرح مد نظر رہے اس آیت میں چار قسم کے کمالات کے حاصل کرنے کی التجا ہے۔ اگر یہ ان چار قسم کے کمالات کو حاصل کریگا تو گویا دعا مانگنے اور خلق انسانی کے حق کو ادا کرے گا اور ان استعدادوں اور قوٰی کے بھی کام میں لانے کا حق ادا ہو جائیگا جو اسکو دیگئی ہیں اس بات کو کبھی بھولنا نہیں چاہیئے کہ قرآن شریف

کے بعض حصہ دوسرے کی تفسیر اور شرح ہیں
ایک جگہ ایک امر بطریق اجمال بیان کیا جاتا ہے
اور دوسری جگہ وہی امر کھول کر بیان کر دیا گیا
ہے گویا دوسرا پہلے کی تفسیر ہے۔ پس جگہ
جو فرمایا۔ صراط الذین انعمت
علیہم۔ تو بطریق اجمال ہے لیکن دوسرے
مقام پر منعم علیہم کی خود ہی تفسیر کر دی ہے
من النبیین والصدیقین والشہداء
والصالحین منعم علیہ چار قسم کے لوگ ہوتے
ہیں۔ نبی۔ صدیق۔ شہید اور صالح۔ انبیاء علیہم
السلام میں چاروں شانیں جمع ہوتی ہیں
کیونکہ یہ اعلیٰ کمال ہے۔ ہر ایک انسان کا یہ فرض
ہے کہ وہ ان کمالات کو حاصل کرنے کیلئے جہاں
مجاہدہ صحیحہ کی ضرورت ہے اس طریق پر جو
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے عمل سے
دکھایا ہے کوشش کرے۔

میں یہ بھی تمہیں بتانا چاہتا ہوں کہ بہت سے
لوگ ہیں جو اپنے تراشے ہوئے وظایف اور
اوراد کے ذریعہ سے ان کمالات کو حاصل کرنا
چاہتے ہیں لیکن میں تمہیں کہتا ہوں کہ جو طریق
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اختیار نہیں کیا
وہ محض فضول ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
سے بڑھکر منعم علیہ کی راہ کا سچا تجربہ کار اور کون
ہو سکتا ہے جن پر نبوت کے بھی سارے کمالات ختم
ہو گئے۔ آپ نے جو راہ اختیار کیا ہے وہ بہت
ہی صحیح اور اقرب ہے۔ اس راہ کو چھوڑ کر اور
ایجاد کرنا خواہ وہ بظاہر کتنا ہی خوش کرنیوالا
معلوم ہوتا ہو میری رائے میں ہلاکت
ہے اور خدا تعالیٰ نے مجھ پر ایسا
ہی ظاہر کیا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے اتباع
سے خدا ملتا ہے اور آپ کے اتباع کو
چھوڑ کر خواہ کوئی ساری عمر ٹکریں مارتا رہے
گوہر مقصود اس کے ہاتھ میں نہیں آ سکتا
چنانچہ سعدی بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کی اتباع کی ضرورت بتاتا ہے۔

بزہد و ورع کوش و صدق و صفا
ولیکن میفزائے بر مصطفےٰ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی راہ کو تو چھوڑ دو۔
میں دیکھتا ہوں کہ قسم قسم کے وظیفے لوگوں
نے ایجاد کر لئے ہیں الٹے سیدھے لٹکتے ہیں
اور جوگیوں کیطرح راہبانہ طریقے اختیار کئے
جاتے ہیں لیکن یہ سب بے فائدہ ہیں۔ انبیاء علیہم
السلام کی یہ سنت نہیں کہ وہ الٹے سیدھے
لٹکتے رہیں یا نفی اثبات کے ذکر کریں اور آرہ
سے ذکر کریں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کس
لئے اللہ تعالیٰ نے اسوہ حسنہ فرمایا۔

ولکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر چلو
ایک ذرہ بھر بھی ادھر یا ادھر ہونیکی کوشش نہ کرو۔
غرض منعم علیہم لوگوں میں جو کمالات ہیں اور
صراط الذین انعمت علیہم میں جس کی
طرف اللہ تعالیٰ نے اشارہ فرمایا ہے ان کو
حاصل کرنا ہر انسان کا اصل مقصد ہے اور ہماری
جماعت کو خصوصیت سے اس طرف متوجہ ہونا
چاہیے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس سلسلہ کے قائم
کرنے سے یہی چاہا ہے کہ وہ ایسی جماعت تیار کرے
جیسی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تیار کی تھی
تاکہ اس آخری زمانہ میں یہ جماعت قرآن شریف
اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سچائی اور عظمت
پر بطور گواہ ٹھہرے۔

ان کمالات میں سے جو منعم علیہم کو دیئے جاتے
ہیں پہلا کمال نبوت کا کمال ہے جو سب ہی سے اعلیٰ
مقام پر واقع ہے ہمیں افسوس ہے کہ وہ الفاظ
نہیں ملتے جن میں اس کمال کی حقیقت بیان کر سکیں
یہ قاعدہ کی بات ہے کہ جسقدر کوئی چیز اعلیٰ ہو
اس کے بیان کرنے کے واسطے اسیقدر الفاظ
کمزور ہوتے ہیں اور نبوت تو ایسا مقام ہے
کہ انسان کیلئے اس سے بڑھکر اور کوئی درجہ
اور مرتبہ نہیں ہے تو پھر یہ کیونکر بیان ہو سکے مختصر
اور ناکافی طور پر ہم یوں کہہ سکتے ہیں کہ انسان
جب سفلی زندگی کو چھوڑ دیتا ہے اور بالکل سانپ
کی کینچلی کیطرح اس زندگی سے الگ ہو جاتا ہے
اسوقت اسکی حالت اور ہو جاتی ہے وہ بظاہر
اسی زمین پر چلتا پھرتا کھاتا پیتا ہے اسپر قانون
قدرت کا ویسا ہی اثر ہوتا ہے جیسا دوسرے
لوگوں پر لیکن باوجود اس کے بھی وہ اس دنیا
سے الگ ہوتا ہے وہ ترقی کرتے کرتے اس
مقام پر جا پہنچتا ہے جو نقطہ نبوت کہلاتا
ہے اور جہاں وہ خدا تعالیٰ سے مکالمہ کرتا ہے۔
یہ مکالمہ یوں شروع ہوتا ہے کہ جب وہ نفس
اور اس کے تعلقات سے الگ ہو جاتا ہے تو پھر
اسکا تعلق اللہ تعالیٰ کیلئے ہوتا ہے اور اسی سے
وہ مکالمہ کرتا ہے۔ انسان کی حالت ایسی واقع
ہوئی ہے کہ یہ کبھی نکما اور بیکار نہیں رہتا ہے۔
اور نفس کلام سے بھی کبھی فارغ نہیں ہوتا ہے
نفس و شیطان سے ہی اسکا مکالمہ شروع
رہتا ہے اگر کوئی اور بات کرنے والا نہ ہو۔
بعض اوقات لوگ دیکھتے ہیں کہ وہ بالکل
خاموش رہتا ہے لیکن در حقیقت وہ خاموش
نہیں ہوتا اسکا سلسلہ کلام اپنے نفس سے
شروع ہوتا ہے اور بعض اوقات وہ بہت
ہی لمبا ہوتا ہے اور شیطانی رنگ میں آ کے
خود لمبا کرتا ہے اور بے شرمی سے اسے
لمبا ہونے دیتا ہے۔ یہ سلسلہ کلام کبھی خیالی
فسق کے رنگ میں ہوتا ہے اور کبھی بیہودہ
اور جھوٹی تمناؤں کے رنگ میں اور اس
سے وہ کبھی فارغ نہیں رہتا جبتک کہ اس
سفلی زندگی کو چھوڑ نہ دے۔ یہ بھی یاد رکھو
کہ اس قسم کے خطرات اور خیالات کا سلسلہ
جو لمبا ہونے نہیں دیتا اور ایک معمولی خیال
کیطرح آ کر دل سے محو ہو جاتے ہیں وہ معاف
ہیں لیکن جب اس سلسلہ کو لمبا کرتا ہے
اور اسپر عزیمت کرتا ہے تو وہ گناہ ہیں۔ اور
انکی جوابدہی کرنی پڑے گی۔ (باقی آئندہ)

عذر گناہ بدتر از گناہ

اکنوں ہزار عذر بیاری گناہ را
مرشوئے کردہ را نبود زیب دختری

(نمبر دوم)

مولوی ثناء اللہ صاحب نے میرے مضامین کے
جواب میں جو طریق اختیار کیا ہے اسکی مجھے ہرگز
توقع نہ تھی میں سمجھتا تھا کہ ایک مولوی بلکہ مولوی
فاضل کہلانے والا انسان حق گوئی کے لئے
ضرورت جرأت کریگا مگر میری امید اور قیاس کے
خلاف نتیجہ نکلا۔ مولوی ثناء اللہ صاحب نے حق پوشی
کیلئے وہ کوشش کی ہے جسکی نظیر بہت کم ملیگی۔
دیانت داری اور انصاف کا تقاضا یہ تھا کہ وہ
میرے جوابی مضامین کو اہلحدیث میں چھاپ
دیتے اور پبلک کے فیصلہ کیلئے چھوڑ دیتے
یا اگر جواب ہی دینا تھا تو کم از کم میرے مضمون
کو درج تو کر دیا جاتا۔ اس قسم کی چالاکیوں کا
راز اب مجھے طشت از بام کرنا پڑا۔ مولوی صاحب
اب اگر انصاف اور حیا کو ہاتھ سے دے نہیں
بیٹھے تو اصل مضامین کو درج کریں اور پھر اپنے
ہی خریداروں سے فیصلہ پوچھ لیں کہ شاہت
الوجوہ کا مصداق کون ہوا ہے۔

ایک اور چالاکی ابو الوفا صاحب نے یہ کی ہے کہ
بجائے جواب الجواب لکھنے کے نئے اعتراضوں کا
سلسلہ شروع کر دیا ہے۔ مگر وہ انشاء اللہ العزیز
دیکھ لیں گے کہ آخر انہیں تنگ آ جانا پڑیگا میں اب
سلسلہ وار انکی ان ابلہ فریبیوں اور چالاکیوں
کو طشت از بام کرتا ہوں۔

پہلی ابلہ فریبی۔ ۲۰ جنوری ۱۹۰۵ء کے
اہلحدیث میں جو لیڈر کرشن پنتھی اعتراضات
کے جواب میں لکھا تھا۔ اسکا جواب میں نے ۱۰ فروری
کے الحکم میں مفصل دیا ہے لیکن اسکا جواب الجواب
جو ۱۰ مارچ ۱۹۰۵ء کے اہلحدیث میں لکھا ہے۔
اس کا ایک پیرگراف بھی پورا اس جواب الجواب میں
نہیں درج کیا۔ اور نہ کسی امر کا کوئی جواب دیا

اس کا ثبوت

۱۔ ۱۰ فروری کے الحکم میں ھو سمّٰکم المسلمین
سے استدلال کر کے اہلحدیث نام کی سند
پوچھی تھی کہ قرآن کریم کی کس آیت سے مستنبط
کیا ہے؟ اس کا جواب آجتک نہیں دیا۔ ۲۰
جنوری کے لیڈر میں بھی کوئی آیت پیش کی
اور اب ۱۰ مارچ کے اہلحدیث میں نہیں دکھائی۔

۲۔ اہلحدیث کی جو ترکیب اور معنے ۲۰
جنوری کے اہلحدیث میں بیان کئے تھے اسکے
مطابق میں نے لکھا تھا کہ ان معنوں کے لحاظ
سے تم سچے اہلحدیث نہیں بلکہ ہم ہیں۔ چنانچہ
میرے لفظ یہ ہیں "میں سچ کہتا ہوں کہ اگر
اہلحدیث سے وہی مراد ہے جو آپ نے پیش
کی ہے تو اسکے صحیح اور سچے مصداق ہم ہیں
نہ آپ" اس کے بعد میں نے انپر چند سوال کئے
تھے جو ان کے اہلحدیث نہ ہونیکو ثابت کرتے
تھے۔ ان کا کوئی جواب ۱۰ مارچ کے اہلحدیث
میں نہیں دیا۔ جس سے یہ پایا جاتا ہے کہ یا تو
مولوی ثناء اللہ صاحب نے اپنا اہلحدیث نہ ہونا تسلیم
کر لیا ہے اور یا خدا تعالیٰ نے انہیں ان امور کے
تسلیم کر لینے کی توفیق دی ہے۔

دوسری ابلہ فریبی۔ ۲۰ جنوری کے اہلحدیث
میں اہلحدیث کے معنے یہ کئے ہیں "پیغمبر علیہ السلام
کے قول و فعل پر عمل کرنے والے" لیکن اب
۱۰ مارچ ۱۹۰۵ء میں اسکا خلاصہ یہ بتایا ہے۔

"ہم اہلحدیث ہیں کیونکہ اہلحدیث کے
معنے ہیں پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے
کلمات طیبات پر بلا واسطہ کسی درمیانی
شخص کے عمل کرنیوالے"

ان دونوں فقروں میں جو فرق ہے اس سے مولوی
ثناء اللہ صاحب کے اصل مذہب کا پتہ لگتا ہے۔
اور اس فتوی کی تصدیق ہو جاتی ہے جو انکے
خارج از اہلحدیث و اہلسنت ہونے پر شائع کیا گیا ہے
کلمات طیبات پر بلا واسطہ کسی درمیانی
شخص کے عمل ہی ناممکن ہے۔ مولوی ثناء اللہ
صاحب ہرگز ہرگز دعوی نہیں کر سکتے کہ آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم کے کلمات طیبات بلا واسطہ اس تک پہونچے ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ احادیث سے بھی منکر ہے۔ کوئی ایسی حدیث اسے نہیں ملی جس میں کسی دوسرے شخص کا واسطہ نہو۔ یہ ذومعنی فقرہ اسنے اس اصل کو چھپانے کیلئے لکھا ہے مگر یہ اعتقادی جذام چھپ نہیں سکتا۔ اگر وہ ابلہ فریبی کی راہ سے یہ کہے کہ اس سے مراد صرف تقلید ہے تو یہ بھی غلط ہے۔ مجرد اہلحدیث نام ہی مشہور اہلحدیث لوگوں نے اپنے نام کے ساتھ نہیں رکھا۔ چنانچہ مولوی ثناء اللہ کا مقبولہ روحانی منصف اور شریک اور لاٹ مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب بٹالوی اپنی اس تازہ تحریر میں جو اس نے اپنے روحانی فرزند ثناء اللہ کی تنبیہ کیلئے لکھی ہے وہ **اہلسنت والحدیث** پورا نام تجویز کرتا ہے۔ لیکن مولوی ثناء اللہ صاحب **سُنت صحیحہ** کو چھوڑتے ہیں جس کا ۱۰ مارچ کے اہلحدیث میں ذکر تک نہیں۔ **اہلسنت اہلحدیث** کیلئے یہ ایک قابل قدر مقام ہے۔ کیونکہ یہاں صرف مولوی ثناء اللہ صاحب نے کلمات کو ہی لیا ہے اور وہ بھی بلا واسطہ فعل چھوڑ دیا ہے گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے **اسوہ حسنہ** کا ترک کیا ہے۔ اور اسکا بہتر ثبوت یہ ہے کہ ۱۰ فروری کے الحکم میں ہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا **ایک فعل** پیش کیا تھا جو انہیں زد تھی پس اس کے بچنے کیلئے ترک فعل ہی کر دیا۔ **چلو چھٹی ہوئی۔**

تیسری ابلہ فریبی۔ حضرت کرشن علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق ۲۷ جنوری ۱۹۰۵ء کے اہلحدیث میں ان الفاظ میں مجھ سے سوال کیا گیا تھا

” آخر میں ہم اپنے دوست الحکم کے ایڈیٹر سے ایک بات پوچھتے ہیں امید ہے کہ وہ ایمانداری سے اس کا جواب دیں گے راستبازی سے بتلاؤ کہ مرزا جی نے جسوقت سیالکوٹ میں کرشن جی کا اوتار لیا ہے اور اس دعوی کو ظاہر کیا ہے اس سے ایک منٹ پہلے تمہارا کرشن کی نسبت کیا خیال تھا؟ وہی جو ہندوؤں کی کتابوں میں لکھا ہے کہ عورتوں کے کپڑے لیکر درختوں پر چڑھ جاتا تھا اور ان کو برہنہ دیکھا کرتا تھا “

جسکا اس کا جو کچھ جواب دیا ہے اسے **الحق** ناظرین کیلئے الحکم ۱۰ فروری سے یہاں نقل کر دیتا ہوں

” میں تو **مولوی فاضل ایڈیٹر** کو نہایت دیانتداری اور راستبازی سے اس کا جواب انشاء اللہ تعالیٰ ابھی دونگا مگر کیا میرے معصر مولوی فاضل صاحب **ایمانداری اور راستبازی** سے قبول کریں گے؟

حضرت کرشن جی علیہ السلام کی ذات پاک پر جو حملہ مولوی فاضل ایڈیٹر نے کیا ہے وہ نہایت ہی گندہ حملہ ہے اور بزرگوں کی شان میں ایسی گستاخی اور بیحیائی مسلمان مومن کا کام نہیں ہے مجھے تعجب ہے کہ مولوی فاضل نے کیوں ایسی جرأت کی۔

اس سوال کو چھوڑ کر میں اب اسی سوال کا جواب دیتا ہوں پہلے مولوی فاضل صاحب سنئیے اور اگر خداترسی ہے اور مرکر خدا کے حضور جانے پر ایمان ہو تو اسکو قبول فرمائیے اگر آپنے اس اعتراض کو واپس لے لیا اور اپنی غلطی کا اعتراف کرلیا تو میں سمجھونگا کہ ابھی تک آپ میں مادہ حیا و انصاف بالکل مفقود نہیں ہوگیا۔

میں حضرت کرشن علیہ السلام کو اپنے سید و مولی امام ہمام علیہ السلام کی تعلیم کے موافق ایک منٹ پہلے تو کجا برسوں پہلے یہ راستباز خدا تعالیٰ کا مقرب اور برگزیدہ یقین کرتا تھا کبھی بھی میں نے اس ناپاک اعتراض کا حضرت **کرشن** کو مصداق نہیں سمجھا جس کا آپ حوالہ دیتے ہیں۔

دیکھو! میں خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ حضرت کرشن کو راستباز اور **مقرب** بارگاہ الٰہی سمجھتا تھا اور محض حضرت اقدس کی تعلیم کے موافق چونکہ آپ میں بدظنی کا مادہ زیادہ ہے اور استہزا اور ٹھٹھا آپ کی تحریروں میں عام ہے پہلے میں اس امر کا ثبوت تحریری دیتا ہوں۔ سیالکوٹ سے پہلے ۳ ستمبر ۱۹۰۴ء کو جو لیکچر لاہور میں ہوا کیا آپ کو معلوم نہیں کہ وہ سیالکوٹ کے لیکچر سے دو ماہ پہلے تھا اور اسمیں حضرت اقدس نے حضرت کرشن کی تعریف کی تھی اور صاف فرمایا تھا کہ

کہ خدا تعالیٰ نے مجھ پر ایسا ہی ظاہر کیا ہے کہ راجہ رامچندر اور راجہ کرشن جی خدا تعالیٰ کے راستباز بندے تھے اور اس سے سچا تعلق رکھتے تھے میں اُس شخص سے بیزار ہوں جو انکی نندیا یا توہین کرتا ہے۔ پھر فرمایا جس شخص کا یہ مذہب ہو کہ وہ راستباز نہ تھے وہ قرآن شریف کے خلاف کہتا ہے کیونکہ اس میں آیا ہے وَإِنْ مِّنْ أُمَّةٍ إِلَّا خَلَا فِيهَا نَذِيرٌ“

آپکے ایک محسن ہمیشہ کے متعلق میری رائے متعلق حضرت کرشن کا جواب اگرچہ یہی کافی تھا مگر میں اس سے بھی بہت عرصہ پہلے کی رائے آپکو دکھانا چاہتا ہوں۔

مجھے امید ہے کہ رسالہ سناتن دھرم جو ۸ مارچ ۱۹۰۳ء کو شایع ہوا اور اس لاہوری لیکچر سے قریباً دو سال پہلے کا ہے آپ نے پڑھا ہوگا اسکے صفحہ ۴ پر اعلیٰ حضرت حجۃ اللہ المسیح الموعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یوں لکھا ہے

”اور یہ تو سچ ہے کہ راجہ رامچندر اور راجہ کرشن درحقیقت پرمیشر نہیں تھے مگر اسمیں کیا شک ہے کہ وہ دونوں بزرگ خدا رسیدہ اور اوتار تھے خدا کی نورانی تجلی اُنپر اُتری تھی اسلئے وہ اوتار کہلائے۔“

کیوں مولوی فاضل صاحب! اب آپکی راستبازی ایمانداری اور انصاف آپکے لئے کیا حکم دیتا ہے۔ اگر ابھی کسر رہ گئی ہو تو میں ایک اور حوالہ دے دیتا ہوں شاید آپ کو سبق ملجاوے۔ نسیم دعوت نام کتاب ہے جو فروری ۱۹۰۳ء کو اعلیٰ حضرت نے شایع کی تھی اسکے صفحہ ۷۴ پر راجہ رام چندر اور کرشن جی کے متعلق لکھا ہے

”اور وہ اس طریق کو بھول گئے جو طریق راجہ رامچندر اور راجہ کرشن نے اختیار کیا تھا جنپر انکی راستبازی کی وجہ سے خدا ظاہر ہوا“

اب منصف مزاج ناظرین خداترس دل لیکر بتائیں کہ کیا مولوی ثناء اللہ صاحب کے اس اعتراض کا کوئی حصہ بھی قابل جواب باقی چھوڑا گیا ہے؟ یقیناً وہ کہیں گے کہ ہرگز نہیں۔ مگر معزز ناظرین میں نے جو لکھا تھا کہ کیا میرے ہمعصر مولوی فاضل صاحب ایمانداری اور راستبازی سے قبول کریں گے؟“ اس کے جواب میں مولوی فاضل صاحب نے وہی **سرہلا دیا کہ میں نہ مانوں گا۔**

۱۰ مارچ کے جواب الجواب میں مجھے مولوی فاضل صاحب الزام دیتے ہیں

” بہت خوب بندہ خدا کہتے ہوئے کچھ شرم چاہیے کہ کیا کر رہے ہیں مخالف کی مراد کو سمجھ کر جواب دینے کی کوشش کرنا بالکل دھرمپال کی سی کارروائی ہے“

مولویصاحب! کیا اب میں آپ ہی کے الفاظ میں آپ سے نہ کہوں

”بندہ خدا کہتے ہوئے کچھ شرم چاہیے کہ کیا کہہ رہے ہیں؟“

وَإِنْ لَمْ تَسْتَحِ فَاصْنَعْ مَا شِئْتَ

آپ کی حیا و شرم کا فیصلہ میں آپ کے ناظرین پر چھوڑ دیتا ہوں آپ اپنا وہی اعتراض اور میرا جواب اہلحدیث میں پورا چھاپ دیں پھر ناظرین اہلحدیث کو شرم نہ کرنیوالے کا پتہ خود لگ جاوے گا۔

اس لاجواب جواب پر جواب الجواب میں مولوی فاضل صاحب لکھتے ہیں کہ

”ہماری غرض بھی تو اتنی ہی تھی کہ جو کچھ تم نے کرشن جی کی نسبت اعتقاد بدلا ہے وہ قادیانی کاہن ہی کے کہنے سے بدلا ہے ایک منٹ پہلے ہو یا ایک سال پہلے ہو آخر ثبوت اسکی صلاحیت بلکہ نبوت اور رسالت کا تمہارے پاس بجز اسکے تو کچھ نہیں کہ خود مدعی کے منہ سے نکلا ہے“

ناظرین! مولوی ثناء اللہ صاحب کے اس جواب پر خوب نظر کریں اس تحریر نے انکی ساری حقیقت کھولدی ہے **علمی بھی اور عملی بھی۔** اور میں خدا کے فضل سے دعوی سے کہتا ہوں کہ مولوی ثناء اللہ صاحب میری اس تحریر کا ہرگز ہرگز کافی جواب نہیں دے سکیں گے اور قرآن کریم کے الفاظ میں انہیں چیلنج کرتا ہوں

وادعوا شهداءكم من دون الله ان كنتم صادقين

میں نے ۱۰ فروری کے الحکم ہی میں صاف الفاظ میں لکھا تھا

” میں حضرت کرشن علیہ السلام کو اپنے سید و مولی امام ہمام علیہ السلام کی تعلیم کے موافق ایک منٹ پہلے تو کجا برسوں پہلے سے راستباز خدا تعالیٰ کا مقرب اور برگزیدہ یقین کرتا تھا“

اسمیں کوئی پیچیدہ جملہ نہیں۔ مجھے اور کل احمدیوں کو اس امر پر فخر اور ناز ہے کہ ہم نقصص کے ماتحت برگزیدوں میں سے کرشن علیہ السلام کی سچائی کی خبر حضرت امام کے ذریعہ ملی۔ مگر مولوی ثناء اللہ صاحب ایمانداری اور خداترسی سے بتائیں کہ حضرت آدم حضرت موسیٰ۔ **حضرت عیسیٰ۔ حضرت نوح۔ حضرت ابراہیم** وغیرہم انبیاء علیہم السلام جنکا ذکر قرآن مجید نے کیا ہے انکی نبوت اور رسالت کا **ثبوت قرآن شریف اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کو چھوڑ کر بیان کریں جو ثبوت وہ پیش کریں گے اسی بنا پر میں حضرت کرشن کی راستبازی اور اصطفا کا ثبوت دونگا!**

کیا مولوی ثناء اللہ صاحب نے محض اس بنا پر انکو راستباز تسلیم نہیں کیا کہ قرآن کریم نے انکی تصدیق کی ہو وہ خارجی ثبوت کیا رکھتے ہیں ذرا پیش تو کریں۔ اگر کوئی خارجی ثبوت ان کے ہاتھ میں نہیں ہے اور یقیناً نہیں ہے تو معلوم ہوا مولویصاحب ان انبیاء علیہم السلام کے وجود سے بھی منکر ہونگے۔

اے نادان مولوی! کیا اس واقفیت پر تو قرآن شریف کی تفسیر لکھنے کا مدعی اور ہمہ دانی اور ہمہ گیری کے دعوے کرتا ہے تو اتنا نہیں جانتا کہ راستباز راستبازوں کی تصدیق کیا کرتے ہیں پہلا کام انکا یہی ہوتا ہے۔ (باقی آئندہ)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک خط جو سعادۃ اور شقاوۃ میں سچا فیصلہ کرنے والا ہے

قبل اس کے کہ میں اس خط کو نقل کروں چند باتیں بطور تمہید کے لکھنی ضروری سمجھتا ہوں۔ ممکن ہے کہ بعض کمزور اور بعض آلیہ سے ناواقف دل اعتراض کریں کہ ایسا خط شائع کرنا کیوں ضروری سمجھا گیا بلکہ اس کا اخفا بہتر تھا۔ مگر میرا یہ مذہب نہیں۔ مجھے ہر امر میں قرآن شریف کے اسوہ کی پیروی کرنا بہت پیارا معلوم ہوتا ہے۔ خدا کی حکیم کتاب نے بعض واقعات اور امور کو اپنے اندر لیا ہے جن کے وجود اور قیام سے مومنین کے لیے عجیب فوائد اور مصالح کی بنیادیں پڑی ہیں۔ اگرچہ حقائق ناشناس پست ہمتوں نے اُن ہی پر حکمت باتوں کو ہدف اعتراض بنایا۔ اسی طرح ضروری ہے کہ مامور من اللہ کی ہر مہتم بالشان اور پر حکمت بات اور واقعہ کو مکتوب کیا جائے اور محفوظ رکھا جائے۔ خدا تعالیٰ اور اس کے نبیوں اور مصلحوں نے کبھی نکتہ چینیوں اور اُن کی یاوہ گوئیوں کی پروا نہیں کی نیز مصلحت عامہ کی غرض کو محفوظ رکھ کر فرمایا جو کچھ فرمایا اور اپنے برگزیدوں اور خلیفوں کو اس پر چلایا جس طرح چاہا۔ نکتہ چیں زبانوں نے بڑی بڑی تیزیاں دکھائیں اور معترض قلموں نے حد سے زیادہ ریزہ کاریاں کیں مگر آخر کار زبانیں کٹ گئیں اور قلم گھس گئے یا یوں سمجھو کہ زبانوں نے خاک عجز چاٹ کر اپنی ہرزہ درائی کا اعتراف کیا اور قلموں نے ناک رگڑ کر اسی کو حق تسلیم کیا جس پر سرکشی اور شتابکاری سے حرف رکھا اور زہر اگلا تھا۔ اللّٰہ اکبر کیا ہی سچی اور پر شوکت بات ہمارے رب علیم کی ہے ن۔ وَالْقَلَمِ وَمَا یَسْطُرُوْنَ ۔ مَا اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُوْنٍ ۔ اس خط میں جو عنقریب پڑھنے میں آئے گا ہمارے ایک دوست کے اعتراض کا جواب ہے جو انہوں نے حضرت حجۃ اللہ نبی اللہ علیہ السلام کے مصارف پر کیا۔ جس نے سادگی اور نیک نیتی سے چند دوستوں کی زبان بنکر ایسی جرأت کی ہم جانتے ہیں اور بصیرۃ اور تجربہ سے یقین رکھتے ہیں کہ سادگی اور ناواقفیت کبھی کبھی ایسے امور کا ارتکاب کرتی ہے اور دل مخالفانہ رنگ اور اعتراض سے برف کی طرح سفید اور پاک ہوتا ہے۔ ہاں ہمیں شک نہیں کہ ایسے وسوسوں کی جڑ ناواقفیت خدا کے کلام اور کام سے ہوتی ہے۔ پر معرفت اور لذیذ ایمان خدا تعالیٰ کے مامور کے ساتھ ایک نور ہوتا ہے جس کے سامنے وساوس اور اوہام کی تاریکی کبھی ٹھہر نہیں سکتی۔ قرآن کریم کے پڑھنے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرۃ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانہ میں بھی ایسے لوگ تھے جو کسی پر حکمت قول یا فعل کے نہ سمجھنے کے سبب سے کسی وقت گھبرا اٹھتے اور شتابکاری سے زبان اعتراض کھول دیتے مگر ان کی نیک نیتی اور پاکیزہ فطرتی شفیع بنکر انہیں عنداللہ اور عند الرسول معذور ٹھیراتی۔ مگر ہم اس امر کو بڑے فخر اور ناز سے ظاہر کرتے ہیں کہ ملہمی بیعت اور صحبت کا شرف حاصل کرنے والے صدیقوں سے ایسی حرکت کبھی ظہور میں نہیں آئی۔ خدا تعالیٰ کی حکیم کتاب سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے کبھی پسند نہیں کیا کہ اس کے خلیفہ اور مامور کی کسی بات اور فعل پر اعتراض کیا جاوے اور نہ ہی فطرت سلیم اسے روا رکھتی اور اس امر میں اسکی گنجایش دیکھتی ہے۔ ہر پر حکمت امر کے اظہار کے لیے ہمارے نبی کریم کو (صلی اللہ علیہ وسلم) امین فرمایا ہے۔ حقیقۃً بات بھی یوں ہی ہے۔ ایک شخص اگر حقیر دنیا کی ناچیز اور فانی امانتوں یعنی چاندی سونے اور تانبے کے چند ٹکڑوں کا سچا اہل اور امین نہیں تو کیونکر فطرت سلیم اور عقل مستقیم اجازت دے سکتی ہے کہ ایمان۔ دل اور جان کی بیش قیمت امانتیں اُسکے سپرد کی جائیں اور اپنی تمام محبوبات اور شہوات پر اُس کی رضا کو مقدم رکھا جاوے۔ خلیفۃ اللہ کیا ہے خدا کی ایک کل۔ یا مردہ بدست زندہ۔ وہی جس کا سچا نقشہ اس آیت نے دکھایا ہے قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔ بتاؤ تم کیا کہو گے جس کا جینا مرنا عبادت وغیرہ سب خدا کے لیے ہو گیا۔ وہ تو اپنے آپ سے مر گیا اور خدا میں اور اُس کے ساتھ زندہ ہو گیا اب اسکی نہ اپنی کوئی خواہش ہے اور نہ اپنا کوئی ارادہ اور اختیار ہے۔ یہ مقام بڑا اعلیٰ اور منصب بڑا عظیم الشان ہے اس کا سمجھنا خدا کے فضل پر موقوف ہے۔ اسی مقام شریف کی طرف اشارہ کرتی ہے یہ آیت فَلَا وَرَبِّکَ لَا یُؤْمِنُوْنَ حَتّٰی یُحَکِّمُوْکَ فِیْمَا شَجَرَ بَیْنَهُمْ ثُمَّ لَا یَجِدُوْا فِیْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَیْتَ وَیُسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا ۔ جس سعید اور مبارک قوم نے اس امر الٰہی پر عمل کیا۔ ان کی قوت معرفت کا کوئی اندازہ کر سکتا ہے میں دونوں پر قربان ہوں۔ اُس مبارک اور برگزیدہ وجود پر بھی جو ایسا خدا میں کھویا گیا کہ اُس کا اپنا کچھ نہ رہا یہاں تک کہ خدا بھی گواہی دے اٹھا کہ اب یہ سارا میرا اور میرے لیے ہے تم اسکے پیچھے ہو جاؤ میں تمہیں پیار کروں گا اور اُن پر بھی جنھوں نے پوری بصیرت اور کامل یقین سے اسے ایسا سمجھا اور موت تک اس ایمان پر قائم رہے۔ خدا نے حضرت سلیمان علیہ السلام کے قصے پڑھے ہیں جیسے کہ اس کی عادت قرآن شریف میں ہے انھیں اس آیت سے هٰذَا عَطَآؤُنَا فَامْنُنْ اَوْ اَمْسِكْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ایک سر بتایا۔ اُنھوں نے سمجھا اور خوب سمجھا۔ جزاهم الله عنا و عن الاسلام خیرًا۔ کیسی صاف بات اور عجیب بات ہے۔ خدا تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو اور اُس کے ضمن میں ہمارے سید و مولیٰ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جو حضرت سلیمانؑ کی طرح بلکہ ان سے بڑھ کر بادشاہ ہونے والے تھے فرماتا ہے کہ یہ جو کچھ ہم نے تجھے دیا ہے ہماری عطا ہے ہمیں مخلوق کا دخل نہیں ہے کہ کوئی تجھ پر اعتراض کرنے کا حق رکھ سکے سو تو خواہ لوگوں کو بخش دے یا اپنے پاس رکھ اس کا کوئی حساب کتاب نہیں۔ اللہ اکبر کیسی فطرۃ صحیحہ کی مطابقت ہے حضرت مسیح موعود نے بھی بے اختیار جواب میں یہی رنگ اختیار کیا ہے۔ ایسی ہی تعلیم کا اثر اور معجزانہ اثر تھا کہ کبھی جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اوپرے آدمی کی ذری سی بات پر ایک وادی بکریوں کی عطا کر دی تو کوئی بھی معترض نہ ہوا کہ یہ بے محل اسراف ہے اس لیے کہ وہ آپ کو خدائے حکیم کا حکیم رسول مانتے تھے۔

میں بڑے فخر سے کہتا ہوں کہ اس ایمان کی جو ہمارے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ نے دکھایا کوئی نظیر کسی زمانہ میں پائی نہیں جاتی۔ نہ بنی اسرائیل میں جیسے کہ توریت ان کے شکوے سے یوں پر ہے جیسے ایک آبلہ پانی سے یا ایک سڑا ہوا پھوڑا بدبودار پیپ سے۔ وہ بار بار اپنے نبی حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نکتہ چینیوں اور شرارتوں سے ایذا دیتے۔ نہ عیسائیوں میں اس لیے کہ اُن کی قوت معرفت اور محبت اُن کے آخری فعل سے خوب ظاہر ہوتی ہے جو اُنھوں نے اپنے آقا کے ساتھ اُس نازک گھڑی میں دکھائی جبکہ بیگانوں کی آنکھیں بھی خون رو دیتی ہیں۔

آج اس مادہ پرست دنیا میں جس میں ایک ایک فرد بے قید حریت کی بدبودار ہوا سے بانسوں اوپر چڑھا ہوا ہے ایسے ایمان کی کیفیت کا سمجھنا آسان بات نہیں کہ ایک شخص کی ہر بات اور فعل کو خدا کی بات اور فعل مانا جاوے اور خواہ اُس کا کوئی قول یا فعل سمجھ میں آئے یا نہ آئے اسے واجب العمل سمجھا جاوے۔ مگر فلاح اسی میں ہے اور قوم اسی طرح بنتی ہے۔ اسلام نے اسی اصل محکم پر ایک قوم بنا کر دکھائی ہے آج کے سرکش اور بیباک لوگ جن کا جھوٹا نام آزاد اور مہذب ہے اُن کی جاہلیت کے زمانہ سے بڑھ کر بیباک نہیں۔ یہ ہندوستان کی تاریک اور پامال مٹی کے فرزند خدا سے مہجور اور بے نور ان میں حوصلہ ہی کیا اور ان بیچاروں کا شعور ہی کیا وہ صحرائے عرب کے آزاد فرزند۔ بات کی تیچ پر کٹ مرنے والے ابلیس کی طرح کسی کے آگے کبھی سر تسلیم نہ جھکانے والے کیسے ایک شخص کے آگے سربسجود ہوئے اور اس سے وہ کچھ پایا جو نہ موسائیوں نے حضرت موسیٰؑ کی پیروی سے پایا اور نہ عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ کی پیروی سے۔ مبارک وہ جنھیں یہ ایمان اور عرفان عطا ہو۔

وہ خط یہ ہے

محبی اخویم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ میں ایک مدۃ سے بیماریوں میں رہا اور اب بھی ان کا بقیہ باقی ہے میں چاہتا تھا کہ اپنے ہاتھ سے جواب لکھوں مگر بباعث بیماری کے لکھ نہ سکا۔

آپ کے پہلے خط کا ماحصل جسقدر مجھکو یاد ہے یہ ہے کہ میری نسبت آپ نے ...... کی جماعت کی طرف سے یہ پیغام پہنچایا تھا کہ روپیہ کے خرچ میں بہت اسراف ہوتا ہے۔ آپ اپنے پاس روپیہ جمع نہ رکھیں اور یہ روپیہ

ایک کمیٹی کے سپرد ہو جو حسب ضرورۃ خرچ
کیا کریں۔ اور یہ بھی ذکر تھا کہ اسی روپیہ میں
سے باغ کے چند خدمتگار بھی روٹیاں
کھاتے ہیں اور ایسا ہی اور کئی قسم کے
اسراف کی طرف اشارہ تھا جنکو میں نہیں لکھتا
ہوں۔ آپ نے اپنی نیک نیتی سے جو کچھ لکھا
بہتر لکھا۔ میں ضروری نہیں سمجھتا کہ اسکا
رد لکھوں۔ میں آپ کو خدا تعالیٰ کی قسم
دیتا ہوں جس کی قسم کو پورا کرنا مومن کا
فرض ہے اور اسکے خلاف ورزی معصیت
ہے کہ آپ .... کی تمام جماعت کو اور
خصوصاً ایسے صاحبوں کو جن کے دلوں میں
یہ اعتراض پیدا ہوا ہے بہت صفائی سے
اور کھول کر سمجھا دیں کہ اسکے بعد ہم .... کا
چندہ بکلی بند کرتے ہیں اور انپر حرام ہے
اور قطعاً حرام ہے اور مثل گوشت خنزیر
ہے کہ ہمارے کسی سلسلہ کی مدد کے لیے اپنی
تمام زندگی تک ایک حبہ بھی بھیجیں۔
ایسا ہی ہر شخص جو ایسے اعتراض دلمیں مخفی
رکھتا ہے اسکو بھی ہم یہی قسم دیتے ہیں۔
یہ کام خدا تعالیٰ کیطرف سے ہے اور جسطرح
وہ میرے دلمیں ڈالتا ہے خواہ وہ کام
لوگوں کی نظر میں صحیح ہے یا غیر صحیح درست ہے
یا غلط میں اسطرح کرتا ہوں۔ پس جو
شخص کچھ مدد دیکر مجھے اسراف کا طعنہ
دیتا ہے وہ میرے پر حملہ کرتا ہے ایسا
حملہ قابل برداشت نہیں۔ اصل تو یہ ہے
کہ مجھے کسیکی بھی پروا نہیں۔ اگر تمام جماعت
کے لوگ متفق ہو کر چندہ بند کر دیں یا مجھ سے
منحرف ہو جائیں تو وہ جس نے مجھ سے
وعدہ کیا ہوا ہے وہ اور جماعت ان سے
بہتر پیدا کر دیگا جو صدق اور اخلاص
رکھتی ہوگی جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے مخاطب کرکے
فرماتا ہے ینصرک اللہ من عندہ۔ ینصرک
رجال نوحی الیھم من السماء یعنی
خدا تیری اپنے پاس سے مدد کریگا۔ تیری وہ مرد مدد کرینگے
جن کے دلوں میں ہم آپ وحی کرینگے اور الہام کرینگے
پس اس کے بعد میں ایسے لوگوں کو ایک مری ہوئی
کیڑے کیطرح بھی نہیں سمجھتا جن کے دلوں میں
بدگمانیاں پیدا ہوتی ہیں اور کیا وجہ
کہ انھیں جبکہ میں ایسے خشک دل لوگوں کو
چندہ کے لیے مجبور نہیں کرتا جن کا ایمان ہنوز
ناتمام ہے۔ مجھے وہ لوگ چندہ بھیجتے ہیں
جو اپنے سچے دل سے مجھے خلیفۃ اللہ سمجھتے
ہیں اور میرے تمام کاروبار خواہ انکو سمجھیں
یا نہ سمجھیں اُن پر ایمان لاتے اور انپر اعتراض
کرنا موجب سلب ایمان سمجھتے ہیں۔ میں تاجر
نہیں کہ کوئی حساب رکھوں۔ میں کسی کمیٹی کا
خزانچی نہیں کہ کسیکو حساب دوں۔ میں بلند
آواز سے کہتا ہوں کہ ہر ایک شخص جو ایک ذرہ بھی
میری نسبت اور میرے مصارف کی نسبت اعتراض
دلمیں رکھتا ہے اُسپر حرام ہے کہ ایک کوڑی
میری طرف بھیجے۔ مجھے کسیکی پروا نہیں جبکہ خدا مجھے
کثرت کہتا ہے کہ گویا ہر روز کہتا ہے کہ میں ہی
بھیجتا ہوں جو آتا ہے اور کبھی میرے مصارف پر [illegible]
وہ اعتراض نہیں کرتا تو دوسرا کون ہے جو مجھ پر
اعتراض کرے۔ ایسا اعتراض آنحضرت صلے
اللہ علیہ وسلم پر بھی تقسیم اموال غنیمت کے
وقت کیا گیا تھا۔ سو میں آپکو دوبارہ لکھتا
ہوں کہ آئندہ سبکو کہدیں کہ تمکو اُس خدا کی
قسم ہے جسنے تمھیں پیدا کیا اور ایسا ہی ہر ایک
جو اس خیال میں انکا شریک ہے کہ ایک حبہ بھی
میری طرف کسی سلسلہ کے لیے کبھی اپنی عمر تک
ارسال نہ کریں پھر دیکھیں کہ ہمارا کیا حرج ہوا۔
اب قسم کے بعد میرے پاس نہیں کہ اور لکھوں۔

خاکسار مرزا غلام احمد

اگرچہ خط اس قابل ہے کہ کھول کھول کر اُن فوائد اور
مصالح کو بیان کیا جاوے جو اس سے مستنبط ہوتے
ہیں مگر مجھے یقین ہے کہ رشید اور سعید دل خود ہی
مستفید ہو جائینگے۔ اس سے استفادہ اور
عدم استفادہ کو خدا تعالیٰ کی مشیت اور قلوب کی
سعادۃ اور شقاوۃ کے حوالہ کرکے آخر میں چند
باتیں گذارش کرنی مناسب سمجھتا ہوں۔ جیسے
اُن صحابہ سے ہمیں دین کا بہت سا حصہ پہنچا ہے
جو نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہے
اور آپ کی اندرونی اور بیرونی واقعات اور
احوال پر پورے واقف ہوئے آپ کی سچائی
اور سیرۃ کے گواہ ٹھہر گئے۔ میرے دل میں مدت سے
یہ آرزو رہتی ہے کہ وہ لوگ جو اسرار نبوۃ اور
مصالح ماموریت کی نسبت کوئی شبہ یا وسوسہ
دل میں رکھتے ہیں خواہ وہ مخالف ہوں اور خواہ
سادہ ناواقف ہوں اور نیک نیتی سے کسی امر کی
سچائی اور اصلیت پر آگاہ ہونا چاہتے ہوں
وہ اُسی منہاج اوّل کے موافق اُن لوگوں کی طرف
رجوع کریں جنھیں اللہ تعالیٰ نے رحمانیت سے
حضرت موعود علیہ السلام کا شرف صحبت اور
قرب معیت بخشا ہے۔ پھر انکی گواہی پر اُسی طرح
ایمان لاویں جسطرح رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم
کے متعلق صحابہ کی گواہی پر ایمان لائے ہیں۔
اور درحقیقت اس سے چارہ نہیں اور حق بھی
اسی میں ہے۔ سنۃ اللہ اسی طرح پر واقع ہوئی ہے
کہ جزوی و کلی حالات سے واقف وہی ہوتے
ہیں جو محبت اور صدق اور حسن ظن سے مدة
دراز تک مامور کی صحبت میں رہتے ہیں۔
مخالف اور عدو کو کہاں نصیب ہوتا اور
موقعہ ملتا ہے کہ وہ راستبازوں کی صحبت کیا
سہے۔ آخر وہی احباب اور اصحاب مامور کی
صداقت اور صدق کے گواہ ٹھہرتے ہیں۔
ایسا کبھی نہیں ہوا کہ مامور کی نسبت اُس کے
مخالفوں کی گواہی کو کبھی کسی زمانہ میں قابل
اعتماد سمجھا گیا ہو۔ فطرت سلیم بھی فتویٰ
دیتی ہے۔ مگر تعجب ہے ایک یوروپین پادری
ولیم میور پر جو اسبات کا پیاسا ہے کہ کیوں
ابوجہل اور اُس کی پارٹی کی گواہی حضرت نبی کریم
صلے اللہ علیہ وسلم کی نسبت قبول نہیں کیجاتی
تعجب یہ ہے کہ یسوع کی نسبت اُن کے ہمعصر اور
ہم قوم بنی اسرائیل کی گواہی منظور نہیں کرتا۔
اس سے کچھ کم تعجب مجھے شیعوں کے مقتدا
اور مایۂ ناز یا غارت کن ایمان علامہ حلی پر ہے
جو ابوبکر صدیق (علیہ السلام) کے مقابل مسیلمہ
کذاب اور حضرت عمر فاروق (علیہ السلام) کے
مقابل اُس خبیث قاتل کی جنبہ داری کرتا اور
اُن کی گواہی کو حق اور اُس کے فعل کو موزون کہتا
ہے۔ پھر مجھے کچھ تعجب اس زمانہ کے مولویوں
اور اُن کے کیش فطرت مقلدوں پر نہیں جو
اُن آباء کے نقش قدم پر چلکر حضرت موعود کے
مخالفوں کی گواہی لیتے ہیں اور اصحاب کو پوچھنا
کفر سمجھتے ہیں۔

کیا یہ تأسف اور تعجب کی بات نہیں کہ دور
اور مہجور دشمنوں کو جنھیں کبھی بھی مامور کی
صحبت میں رہنا نہیں ملا۔ حضرت مامور کی وہ
باتیں نظر آجاتی ہیں جو خلوت اور جلوت کے
حالات کے واقفوں کو معلوم نہیں ہوتی۔ اور
کی جیسی بُری اور بھیانک تصویر وہ کھینچتے ہیں
درحقیقت اگر وہ شکل اور وہی ہیئت کسی کی ہو
تو اس سے تو پاس والے ہزاروں کوس دور
بھاگیں چہ جائیکہ اس کے قرب و معیت کو
رات دن خدا تعالیٰ سے اپنی نمازوں میں مانگیں
وہ جو خدا تعالیٰ کے لیے ہر محبوب و مالوف
شے سے ہجرۃ کرکے اس کے قدموں میں
زندگی بسر کرنا خدا تعالیٰ کی رضا کا موجب
یقین کرتے ہیں کیا وہ اس تصویر پر جان
اور مال قربان کرتے ہیں جسے دشمنوں نے
اپنی پر شقاوۃ البموں میں رکھا ہوا ہے؟
نہیں نہیں اصلی تصویر وہی ہے جو خدا تعالیٰ
کی طرف سے اصحاب پر منکشف ہوتی ہے۔
اسی دلربا پر جذب تصویر کی کشش سے
وہ اپنے جگر کے ٹکڑوں کو اُس کے قدموں پر
نثار کرتے اور اُسپر خدا تعالیٰ کا شکر کرتے
ہیں کہ انھیں یہ توفیق ملی۔ آخر میں دعا
کرتا ہوں اللہ تعالیٰ ان چند سطروں میں
برکت ڈال دے اور بہت سے دل اُس سے
فائدہ حاصل کریں +

خاکسار عبدالکریم۔ قادیان ۲۷ مارچ ۱۹۰۵ء

ایک مناسب درخواست اور تحریک

کسی قوم میں ملّیت اور وحدۃ پیدا کرنے کے اسباب
میں سے یہ بھی ہے کہ اس قوم کے افراد باہم رشتہ
داریاں قائم کرکے اس اخوۃ کا عملی ثبوت دیں
جو کسی امام و مامور کے ماتحت ہو کر وہ پیدا کرنا
چاہتے ہیں۔ یہ ایسی زبردست ضرورۃ ہے کہ خود
حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام
نے اسکو محسوس کیا اور ایک اشتہار مرجون
۱۸۹۸ء کو شائع کیا جس میں آپ نے تحریر فرمایا
کہ "چونکہ خدا تعالیٰ کے فضل اور کرم اور اسکی
عنایات سے ہماری جماعت میں بہت ترقی
ہو رہی ہے۔ اسلیے قرین مصلحت معلوم
ہوتا ہے کہ ان کے باہمی اتحاد بڑھانے
کے لیے اور نیز ان کو اہل اقارب کے بد
اثر سے بچانے کے لیے لڑکیوں اور لڑکوں
کے نکاحوں کے بارہ میں کوئی حسن انتظام
کیا جاوے یہ تو ظاہر ہے کہ جو لوگ مخالف
مولویوں کے زیر سایہ ہو کر تعصب اور
عناد اور بخل اور عداوت کے پورے درجہ
تک پہنچ گئے ہیں اُن سے ہماری جماعت
کے نئے رشتے غیر ممکن ہو گئے ہیں جب تک
کہ وہ توبہ کرکے اس جماعت میں داخل نہ ہوں
اور اب یہ جماعت کسی بات میں اُنکی محتاج
نہیں مال میں دولت میں علم میں فضیلت میں